جامعہ مدنیہ لاہور کا علمی، ادبی اور اصلاحی مجلہ

انوار مدینہ

نگرانِ اعلیٰ :

حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہٗ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ، لاہور

کتب خانہ
جامعہ مدنیہ جدید
محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

مدیر اعزازی: پروفیسر یوسف سلیم چشتی

جلد : ۲ : شمارہ : ۱-۲

ربیع الثانی و جمادی الاولیٰ : جون و جولائی

۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء

مدیر معاون: حبیب الرحمٰن اشرف

مرتّب

حبیب الرحمٰن اشرف

قیمت : ۵۰ پیسے

فون : ۶۲۹۳۲

پتہ : جامعہ مدنیہ ○ کریم پارک ○ راوی روڈ ○ لاہور

اس شمارے میں

۱	اداریہ		۳
۲	قرآن مجید کی عظمت الخ	حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانی مدظلہٗ	۶
۳	اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْن	حضرت مولانا سید محمد میاں مدظلہٗ	۱۵
۴	نعت	حضرت سید انور حسین نفیس رقم مدظلہٗ	۲۳
۵	انوارِ صحابہ (رضی اللہ عنہم)	حضرت مولانا بشیر احمد پسروری مدظلہٗ	۲۴
۶	جواہر الحدیث	مولانا محمد عارف صاحب و مولانا فیوض الرحمٰن صاحب	۳۰
۷	ذکر الاجلاء المقدسین ... الخ	حضرت مولانا عبد المنان دہلوی	۳۷
۸	حیات شیخ الاسلامؒ	شیخ الحدیث مولانا سید محمد میاں مدظلہٗ	۴۲
۹	حضرت مولانا عبد اللہ یانؒ	مولانا سعید الرحمٰن علوی	۴۶
۱۰	آہ ! مولانا خدا بخش ملتانیؒ	محترم محمود احمد عارف	۵۵

بدل اشتراک: سالانہ ۵ روپے — طلبہ کے لیے ۴ روپے — ششماہی ۳ روپے

سید حامد میاں مہتمم جامعہ مدنیہ طابع و ناشر نے مکتبہ جدید پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ انوار مدینہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وّ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ امابعد:

گذشتہ چند ہفتوں سے پاکستان میں کافی ہنگامی حالات رہے۔ خصوصاً اقتصادی اعتبار سے جو ردّ و بدل ہوا وہ ہر پاکستانی باشندے کے لیے نئی راہیں سوچنے اور اپنی عادات و روش بدلنے کا پیغام ہے اور اگر حسبِ توقعات نتائج بھی برآمد ہوئے تو یہ پوری قوم میں مساواتِ معیشت پیدا کرنے کی طرف ایک قدم ہوگا۔

یہ توقعات بھی کی جا رہی تھیں کہ صدر محترم انتقالِ اقتدار کا اعلان کرنے والے ہیں، لیکن موجودہ حالات میں یکلخت انتقال اقتدار واقعی مشکل کام تھا اور ہو سکتا تھا کہ مضرت رساں بھی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ نیا عنصر جو اقتدار پر آتا، وہ ایکدم حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاتا۔

اَب بھی انتقالِ اقتدار اگر اس طرح ہو کہ نمایندہ اسمبلی کے اجلاس میں اسلام کی روشنی میں غریب طبقہ کے مسائل کا مکمل طرح حل تلاش کر لیا جائے تو مذہبی طبقے اور ملک کا غریب طبقہ پہلے ہی مطمئن ہو جائے۔ تو یہی طریقہ بہت انسب رہے گا۔ یہی بات صدر محترم کی تقریر سے بھی مترشح ہوتی تھی۔

صدرِ محترم نے آئین کی بنیاد اسلام پر قرار دے کر اپنے لیے صدقۂ جاریہ کا ایک بہت بڑا دروازہ کھولا ہے۔ اسلام ہی سب سے زیادہ غریب پرور بھی ہے اور خداوندِ کریم کی رضاء و خوشنودی اور ملک و قوم کی فلاح و بہبود کا ضامن بھی ہے۔ وہ ضوابط جو اس کی روشنی میں بنائے جائیں گے

یقیناً ہر دل کے سکون کا سامان ہوں گے۔

اہم گزارش: درحقیقت قانون سازی کے وقت اسلامی قانون ہی کو مصدر و منبع قرار دینا چاہیے اور اس بورڈ میں اس قسم کے جید عالم بھی رکھنے چاہئیں، جو حالاتِ حاضرہ پر پوری بصیرت رکھتے ہوں اور قانونِ اسلامی کے وہ گوشے قرآن و حدیث کی روشنی میں اُجاگر کر سکتے ہوں، جو آج کی معاشیات و اقتصادیات کی طلب ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں ایسے علماء موجود ہیں؛ اس لیے اُن سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

حوادثِ زمانہ

ایک اندوہناک خبر یہ موصول ہوئی تھی کہ مکّہ معظّمہ کے عالمِ جلیل سیّد علوی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم و تقویٰ کی دولت نصیب فرمائی تھی اس کے باعث مکّہ معظّمہ کا ہر شخص آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ اس وقت باشندگانِ مکّہ معظّمہ میں آپ کے بعد کوئی بھی ان صفات کا حامل نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بلند درجات نصیب فرمائے اور اہلِ مکہ کے لیے آپ کا بدل عطا فرمائے۔ آمین۔

اس خبر کے کچھ ہی روز بعد معلوم ہوا کہ حضرت مولانا السیّد محمود صاحب مدنی جو حضرت اقدس مولانا السیّد حسین احمد المدنی کے چھوٹے بھائی تھے اور مدینہ منوّرہ ہی میں بچپن سے لے کر ساری عمر گزاری تھی اور مدینہ منوّرہ کے قاضی بھی رہے تھے ۱۶ر جون کو صرف ایک دن کی مختصر علالت کے بعد واصل الی اللہ ہو گئے۔

سید محمود صاحب سے اس دفعہ نیاز حاصل ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ جناب والا جب سے مدینہ منوّرہ تشریف لائے ہیں کبھی ہندوستان (فیض آباد) بھی تشریف لے گئے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "نہیں"۔

آپ کی نمازوں میں صفِ اوّل میں پابندی کے ساتھ حاضری قابلِ رشک چیز تھی۔ مکان قدرے

فاصلہ پر ہے۔ وہاں سے کار ہی میں تشریف لاتے تھے اور مسجد نبوی میں جماعت سے نماز ادا فرماتے تھے۔

بہر حال حق تعالیٰ نے اُن کے وہیں مقیم رہنے کو شرفِ قبولیت بخشا کہ وہیں وفات و تدفین نصیب ہوئی ــــــ ع

"پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا"

حق تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں فرمائے اور ان کے خلفِ رشید سیّد حبیب صاحب (ڈپٹی گورنر مدینہ منورہ ڈویژن) اور ان کے بھائیوں کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور اس صدمہ پر جملہ پس ماندگان کو صبر و اجر مرحمت فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی جو حضرت اقدس مولانا السید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے قدیم و مخلص ترین متوسلین میں سے تھے۔ گزشتہ دو ہفتے قبل اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ وہ مجسمۂ حلم و اخلاص و دیانت و تقویٰ تھے۔ وہ اہلِ ملتان میں اپنی مثال آپ تھے۔

قبل تقسیم ہمیشہ دارالعلوم دیوبند کی بے لوث اعانت فرماتے رہے ان ہی کا ایک چھوٹا سا مدرسہ تھا جو ۴۶ء میں حضرت مدنی قدس سرّہ کی تشریف آوری کے موقع پر دیگر احباب نے مل کر بڑھایا تو آج مدرسہ قاسم العلوم کی شکل میں نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پس ماندگان کا مددگار ہو۔ اور انھیں صبر و اجر نصیب فرمائے۔ آمین۔

اللّٰھم ارض عنّا وعنھم واغفرلنا ولھم وللامۃ المحمدیۃ قاطبۃ۔ آمین۔

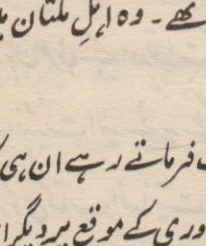

قسط اوّل

قرآن مجید

کی عظمت نتائج کی روشنی میں

شیخ التفسیر حضرۃ مولانا علامہ شمس الحق صاحب افغانی ادام اللہ معالیہم

لسانی عظمت

قرآن کی عظمت اور اس کا دیگر کتب سماویہ کے ساتھ لسانی حیثیت سے موازنہ

قرآن کی زبان عربی ہے اور تورات کی زبان عبرانی، انجیل کی زبان عبرانی یا سریانی ہے، قدرت کے تصرفات عجیب ہیں، جب قدرتِ الٰہیہ نے یہ طے کیا کہ انسانیت کی اصلاح کے لیے آخری کتاب عربی زبان میں نازل کی جائے اور وُہی کتاب انسانیّت کے لیے آخری ضابطۂ حیات ہو۔ اور باقی آسمانی کتابیں اُس کی آمد پر منسُوخ ہوں، تو قدرت نے اوّلاً ان کتابوں کی زبانوں کو ختم کر کے عملی زندگی سے خارج کر دیا، اور آج یہود و نصاریٰ کی پُوری کوششوں کے باوجُود دنیا کے وسیع رقبہ میں ایک صُوبہ بلکہ ایک ضلع یا ایک تحصیل بھی ایسی موجُود نہیں، جہاں کے عوام عبرانی یا سریانی زبان بولتے ہوں (حالانکہ تورات و انجیل کے نزول کے زمانہ میں یہ دونوں زبانیں ملکی زبانیں تھیں) البتہ بعض سکولوں اور کالجوں میں علم الالسنہ کے تحت ایک مردہ زبان کی شکل میں خال خال ان کی تعلیم دی جاتی ہے، لیکن زندگی میں ان زبانوں کا عمل دَخل نہیں، بلکہ جو کتابیں فی الحقیقت آسمانی نہ تھیں اور ان کے ماننے والوں نے ان کو آسمانی قرار دیا تھا، ان کو بھی اور ان کی زبانوں کو بھی قدرت کے زبردست ہاتھ نے عبرانی و سریانی زبان کی طرح دنیا سے ختم کر دیا۔ مثلاً وید جو

سنسکرت زبان میں ہیں اور ژند و پاژند جو دری زبان میں ہیں، یہ دونوں زبانیں آج کسی خطۂ زمین میں عوام استعمال نہیں کرتے، لیکن قرآنِ حکیم جو آخری کتابِ الہٰی تھی، اس کی عربی زبان جس کی حفاظت کا انتظام بھی نہ تھا، کیونکہ وہ ناخواندہ اور غیر متمدن قوم کی زبان تھی، اس کو قرآن کی طرح قدرت کو ہمیشہ باقی رکھنا تھا۔ تو اس کے دائرہ کو وسیع کیا، نزولِ قرآن کے زمانہ میں وُہ صرف حجاز، یمن اور نجد میں بولی جاتی تھی۔ اب ان علاقوں کے علاوہ، عراق، شام، فلسطین، لبنان، مصر، سوڈان، طرابلس، الجزائر، مراکش اور ٹیونس میں بھی بولی جاتی ہے اور باقی عالمِ اسلام انڈونیشیا، ملایا، پاکستان، ایران، ترکی، افغانستان وغیرہ کے اہلِ علم بھی اس کو بولتے اور سمجھتے ہیں، یہی اس الہامی کتاب کی زبان ہے، جس کو کم از کم بائیس کروڑ انسان بولتے ہیں۔ یہ قرآن کی وُہ عظمت ہے۔ جو دیگر کتبِ سماویہ کو حاصل نہیں، جس کی زبان کے لیے خُود قدرت نے میدان صاف کیا۔ بغیر انسانی تدبیر کے اس کو پھیلایا، جبکہ دیگر کُتب سماویہ کی زبانوں کو تقریبًا ختم کر دیا۔

نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسانٍ عربیٍ مبین

(اللہ تعالیٰ نے قرآن رُوح الامین (یعنی جبرئیلؑ) کے ذریعے تم پر یعنی تمھارے دل پر اُتارا، تاکہ تم ڈر سُناؤ اور نازل شدہ وحی صرف مضمُون کی نہیں، بلکہ الفاظ کے لباس میں ہے۔ ملبسان عربی مبین، یعنی جو واضح عربی زبان میں ہے)

ساحروں، کاہنوں اور شاعروں کی طرح چیستان نہیں۔ اور نہ اَصل مقصد پیچیدہ ہے۔ البتہ قانونی و فقہی احکام میں قوّت و اجتہاد کی ضرُورت ہے۔ لقد یسرنا القران للذکر۔ پند و نصیحت کے لیے قرآن آسان کیا ہے، استنباطِ احکام کے لیے فرمایا۔ لعلمه الذین یستنبطونه منهم (تو جان لیتے ان احکام کو وہ لوگ جو استنباط کی اہلیت رکھتے ہیں۔

حفاظتی عظمت

عظمتِ قرآن حفظ الفاظ و معانی کے لحاظ سے

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ۔ (ہم نے قرآن کے الفاظ و معانی کو اُتارا ہے

اور ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) دو بار "انّا" اور دو بار "لام" لانا، گویا چار تاکیدوں سے اس مضمون کو جملہ اسمیہ کے قالب میں موکد کرنا ہے کہ یہ کتاب لفظ و مفہوم دونوں کے اعتبار سے محفوظ ہوگی اور محافظ بھی مخلوق نہیں، بلکہ خالق کائنات ہے، جیسی اس کی قدرت و قوت لاجواب ہے، ویسی اس کی حفاظت بھی بے نظیر ہوگی، جس میں کوئی قوت رخنہ نہ ڈال سکے گی، قرآن کی حفاظت کا جو موکد وعدہ کیا گیا ہے، یہ وعدہ چار امور کی حفاظت کو شامل ہے۔

(۱) حفاظت الفاظِ قرآن (۲) حفاظت طرز تلفظ و لہجہ قرأت قرآن (۳) قرآن کے مطالب معانی کی حفاظت؛ (۴) قرآن کی عملی شکل کی حفاظت، بحمد اللہ حفاظت کی یہ چاروں قسمیں آج تک موجود ہیں اور ان میں آج تک کوئی فرق نہیں آیا۔

مستشرقین نے حفاظت پر شبہ پیش کیا ہے۔

شبہ ۱ کہ قول ابن مسعودؓ ہے کہ فاتحہ و معوذتین قرآن میں داخل نہیں ہیں اس کا جواب اوّلاً یہ ہے، کہ ابن مسعودؓ کی طرف اس قول کو منسوب کرنا صحیح نہیں، جیسے نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے۔

وما نقل عن ابن مسعود لیس بصحیح اور ابن حزم نے القدح المحلی میں لکھا ہے:

ھذا کذب علی ابن مسعود وانّما صح عنه قرأة عاصم عن زر عنه وفیھا المعوذتان والفاتحة - یعنی انکار فاتحہ اور معوّذتین کو ابن مسعود کی طرف منسوب کرنا جھوٹ ہے۔ بلکہ ابن مسعود صحیح قرأت جو حضرت عاصم نے حضرت زر کے ذریعہ اُن سے نقل کی ہے، وہی ہے اور اس میں فاتحہ و معوذتین موجود ہیں، دوم اگر یہ قول ثابت مانا جائے۔ تو ابن الصباغ فرماتے ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ ان کا تواتر معلوم نہ تھا، جب ابن مسعود کو یہ تواتر معلوم ہوا۔ تو رجوع کر لیا اور دلیل رجوع خود ابن مسعود کی قرأت ہے، جو عاصم نے زر کے ذریعہ اُن سے نقل کی ہے۔ سوم ابن قتیبہ نے مشکلات القرآن میں یہ جواب دیا ہے، کہ ابن مسعود فاتحہ اور معوذتین کی قرأت کے قائل تھے، کتابت کو منع فرماتے تھے کہ کتابت محفوظیت کے لیے ضروری

ہے، اور یہ تینوں سورتیں ہر ایک کو یاد ہیں۔ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ انہما لیستا من کتاب اللّٰہ میں کتاب اللّٰہ سے مراد مصحف ہے، یعنی یہ دونوں فاتحہ اور معوذتین مصحف کا جزء مکتوب نہ ہونی چاہئیں۔

شبہ دوم: مستشرقین نے دوسرا شبہ حفاظت قرآن کے بارے میں یہ پیش کیا ہے۔ کہ شیعہ اس میں تحریف کے قائل ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اسلام کا کوئی فرقہ تحریف کا قائل نہیں۔ عام شیعہ بھی تحریف کے منکر ہیں۔ شیخ صدوق رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں۔ ما بین الدفتین لیس باکثر من ذلک ومن نسب الینا انہ اکثر فہو کاذب۔ تفسیر مجمع البیان ابو القاسم علی بن الحسین الموسوی میں ہے:۔ ان القرآن کان علی عہد رسول اللہ مجموعاً مولفاً علی ما ھو الآن۔ سیّد مرتضیٰ شیعی لکھتے ہیں۔ ان العلم بصحۃ القرآن کالعلم بالبلدان والوقائع الکبار ۔ ۔ ۔

قال نور اللہ الشوستری الشیعی فی مصائب النواصب ما نسب الی الشیعۃ الامامیہ بوقوع التفسیر فی القرآن لیس مما قال بہ جمہور الاسلامیہ انما قال بہ شرذمۃ قلیلۃ لا اعتماد بہم۔

ترجمہ: شیخ صدوق صاحب شیعی رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں، کہ قرآن کے دونوں جلدوں کے درمیان جو کچھ ہے، قرآن اس سے زیادہ نہیں، اور جس نے ہم شیعوں کو منسوب کیا ہے کہ قرآن اس سے زیادہ ہے، وہ جھوٹا ہے۔ تفسیر مجمع البیان معتبر شیعی تفسیر میں ہے کہ قرآن حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جمع تھا، اسی شکل میں جس میں اس وقت ہے، سیّد مرتضیٰ شیعی لکھتے ہیں کہ موجودہ قرآن کے صحیح ہونے کا علم ایسا متواتر اور یقینی ہے، جیسے دنیا کے بڑے بڑے شہروں کا وجود اور بڑے بڑے واقعات کا ہونا، قاضی نور اللہ شوستری شیعی، مصائب النواصب میں لکھتے ہیں کہ شیعہ امامیہ کی طرف جو قرآن کی تفسیر منسوب ہے۔ وہ عام شیعوں کا قول نہیں۔ ایک بہت چھوٹے گروہ کا قول ہے، جس کا اعتبار نہیں۔ ان حوالہ جات سے ظاہر ہوا کہ جمہور شیعہ تحریف نہیں مانتے۔

تیسرا شبہ اختلاف قرأت سبعہ کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ اختلاف قرأت و منسوخ التلاوت مثلاً آیت رجم سے تحریف کا شبہ کرنا بھی غلط ہے، کیونکہ تحریف اس کو کہتے ہیں کہ کسی شاہی دستاویز

میں دوسرا آدمی اپنی طرف سے کوئی لفظ ڈالے یا کوئی لفظ نکال دے۔ لیکن خود متکلم اگر ایسا تصرف کرے کہ کسی حکمت کے تحت کسی لفظ کا اضافہ یا ازالہ کرے۔ یہ دنیا کے کسی قانون میں تحریف نہیں، اختلاف قرأت اور نسخ تلاوت اس قسم میں داخل ہیں۔ جو خود متکلم یعنی اللہ رب العٰلمین کی طرف سے ہے نہ غیر کی طرف سے۔

الفاظ کی حفاظت

الفاظ قرآن کی حفاظت کا انتظام تحریری صورت میں کر دیا گیا، کہ ٹیونس مراکش، کاشغر، ماسکو اور ازبکستان بلکہ تمام کرۂ ارضی کے قرآنی نسخوں میں کوئی فرق اور تفاوت نہیں اور حفاظ قرآن کے ذریعے بھی کر دیا گیا کہ اگر دنیا میں خدانخواستہ قرآن کا کوئی تحریری نسخہ باقی نہ رہے۔ تو بھی کوئی اسلامی شہر، تحصیل ضلع اور قصبہ ایسا نہیں، جہاں قرآن کے حافظ موجود نہ ہوں (اور مجموعی طور پر ان کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے) جو اپنے سینوں سے قرآن دوبارہ مرتب کر سکتے ہیں۔ یہ ایک غیبی اور الٰہی کشش ہے، جو حفاظ قرآن کو قرآن سے ہے۔ اگرچہ وہ حفاظ ہندو پاکستان، ایران، افغانستان، ملایا، انڈونیشیا کے ہوں، جن کی زبان عربی نہیں لیکن وُہ محنت کر کے قرآن حفظ کرتے ہیں۔ حالاں کہ نہ حکومت سے ان کو اس حفظ کا کوئی صلہ ملتا ہے، نہ ہی عام مسلمانوں کی طرف سے کوئی خاص معاوضہ دیا جاتا ہے۔ اور پھر محنت اتنی سخت کرنا پڑتی ہے، جس کی حد نہیں، پھر یہ محنت سال دو سال کی نہیں۔ حافظ جب تک زندہ رہے گا۔ اس کا دور و تکرار کرنا لازمی ہو گا۔ بتاؤ! یہ اگر غیبی کشش نہیں، تو اور کیا ہے؟ اور کیا قرآن کی عظمت کی وہ دلیل نہیں جو آج تک کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ اسی ذوق اور حلاوت اور جذب کا نتیجہ ہے کہ سلف میں بہت حضرات ایسے گذرے ہیں، جو روزانہ دس ختم قرآن شریف کے کرتے تھے، بلکہ قسطلانی میں ہے کہ قدس شریف میں اس سے زیادہ ختم کرنے والے کو دیکھا گیا۔ اور بعض حضرات نے تین دن میں قرآن حفظ کیا، جیسے محمد بن کلبی نے جس کا ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

طرزِ تلفظ اور نہج قرأت کی حفاظت

نزول قرآن کے زمانے میں جس طرز و لہجہ سے قرآن کا تلفظ ہوتا تھا۔ اس کو قراء قرآن کے ذریعے محفوظ کیا گیا۔ اور وہی سلسلہ قرأت آج تک محفوظ ہے۔ جن صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے قرأت حاصل کی اور

مابعد زمانے کے قرائے بالذات یا بالواسطہ شیوخ و اساتذہ تسلیم کئے گئے اور ان کا سلسلہ قرأت آج تک موجود ہے، وہ سات حضرات ہیں۔ عثمانؓ، علیؓ، ابی ابن کعبؓ، زیدبن ثابتؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوالدرداءؓ، ابوموسیٰ الاشعریؓ (مناہل الفرقان ج ۱ ص ۴۰۷)

معنوی حفاظت یعنی مطالب قرآن کی محفوظیت

الفاظ قرآن مطالب (معانی سمجھانے کا ذریعہ ہیں۔ اگر مطالب ومعانی قرآن محفوظ نہ ہوں، بلکہ مغرب زدہ طبقہ کے خیال کے مطابق ہر زمانہ میں نئے مطلب تراشنے کی گنجائش ہو تو الفاظ قرآن کی حفاظت بے کار ہے، جبکہ معنی محفوظ نہیں رہے، تو الفاظ کا حفظ بے مقصد ہے، اس لیے اللہ تعالےٰ نے قرآن کے معانی کی حفاظت صاحب قرآن کے قولی و فعلی و تقریری ذرائع سے فرمائی، اور صاحب قرآن علیہ السّلام نے ویعلمھم الکتاب (کہ آپ ان کو مطالب قرآن سکھادیں) ۔ ولتبین للناس ما انزل الیھم (تاکہ آپ بیان کریں، اُمّت کو قرآن کے مطالب جوان کی طرف نازل ہوا ہے) کے ارشادِ الٰہی کے تحت مطالب قرآن کی تعلیم دی۔ اب مطالب بھی محفوظ ہو گئے اور کسی کو مجالِ ترمیم و تحریف نہیں رہی کہ قرآن کے مطالب کو بدل سکے یا ان میں ترمیم کر سکے۔

عملی حفاظت قرآن

قرآن کے جن الفاظ مثلاً (صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، جہاد وغیرہ کے مفہوماتِ شرعیہ حضور علیہ السّلام نے بتلائے ہیں۔ پھر وہ عملاً بھی کرکے دکھلائے ہیں —— تاکہ قرآنی حقائق عملی صورت میں موجود ہو کر امت کی عملی زندگی کا جزء بن جائیں اور کسی ملحد کو ان الفاظ کے شرعی مفہومات کی تحریف کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

توضیحی مثال

احکامِ دین کے مجموعہ کو ایک عمارت سمجھو۔ ہر عمارت کے لیے تین قسم کا وجود لازمی ہے۔ ۱۔ علمی وجود　۲۔ تحریری وجود　۳۔ خارجی وجود

اسی طرح اسلام اور دین کا جو نقشہ علمِ الٰہی میں تھا، وہ اسلام کا علمی وجود ہے۔ پھر اُسی نقشہ کو جب

کتاب وسُنّت کی شکل میں مرتب کیا گیا۔ یہ اسلام کا تحریری وجود ہے۔ پھر دورِ اوّل کے مسلمانوں نے جب اس کے مطابق عمل کیا، یہ اس کا وجود خارجی ہے ـــــ ان سے تابعین نے دیکھ کر سیکھا، ان سے تبع تابعین نے۔ علیٰ ہٰذالقیاس اسلام کا یہ عملی و خارجی وجود کم وبیش تاریخی تسلسل کے ساتھ عہدِ نبوت سے آج تک موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔ جیسے ایک انجنیئر بلڈنگ کا نقشہ پہلے ذہن میں مقرر کرتا ہے، پھر اس کو کاغذ پر بناتا ہے۔ پھر ملبہ منگا کر مستری اور مزدوروں کے ذریعہ خارجی نقشہ تیار کرتا ہے۔ ان تینوں نقشوں میں مطابقت اور موافقت ضروری ہے، ورنہ غلطی ہوگی۔ تو اس طرح اسلام کی ایسی جدید تعبیر یا نقشہ جو اسلام کے تحریری نقشہ اور خارجی نقشہ یعنی اسلام کے تاریخی مسلسل وجود خارجی کے خلاف ہو۔ وہ غلط اور ایجاد بندہ ہوگا۔

اس سے اسلام کے اندر ہر تحریف و ترمیم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام کے قوانین ابدی ہیں جیسے وہ اس سے قبل ہزار بارہ سو سال تک مختلف اقوام اسلامیہ اور مختلف ملکوں اور زبانوں کے باشندوں کی رہنمائی کے لیے کافی تھے۔ آج بھی کافی ہیں اور آیندہ بھی کافی رہیں گے، بلکہ زمانہ حاضر اسلامی قوانین کا اس سے زیادہ محتاج ہے جس قدر کہ پہلا دور محتاج تھا۔ یہی قرآن کا وہ کمال اور عظمت ہے جو قبل ازیں کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوا۔ انسان اور اس کا قانون جذباتی ہے، لیکن قرآن اور قانونِ الٰہی فطری اور اعتدالی ہے۔

قرآن کی بلاغی عظمت

قرآن ایک کتاب ہے جس کو ہم خدا کی کتاب کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہزاروں کتابیں اور بھی موجود ہیں جن کو ہم انسانوں کی کتابیں مانتے ہیں۔ قرآن کو ہم خدا کی طرف اور دیگر کتابوں کو ہم انسانوں کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں۔ اور اس کا معیار کیا ہے۔ معیار وہی ہے جس کو روزمرہ کی زندگی میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ سائیکل اور موٹر انسان کے بنائے ہوئے ہیں اور سورج اور چاند خدا کے، کیونکہ سورج چاند کا بنانا انسانی قدرت سے خارج ہے، لیکن سائیکل اور موٹر ایسی نہیں۔ یہی معاملہ اور معیار بعینہٖ کتابوں کے متعلق سمجھنا چاہیے۔ سائیکل، موٹر، سورج، چاند چاروں تخلیقی کارنامے ہیں، اوّل الذکر دو چیزیں انسانی قدرت کے دائرے میں داخل ہیں اور آخر کی دو

چیزیں انسانی قدرت سے خارج ہیں۔ اور خارج ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اب تک انسان سے سورج اور چاند نہ بن سکے اور نہ ہی اس نے کوئی ایسا کارخانہ اب تک قائم کیا کہ جس میں سورج چاند بنتے ہوں۔ اس کے باوجود کہ قرآن کا ظہور ایک نبیؐ اُمّی کی زبان سے ہوا جو نوشت وخواند سے خالی تھے۔ نہ نظم و نثر کہنے والوں میں آپ کا کوئی نام تھا نہ ان کے ساتھ صحبت و مجالست تھی۔ پھر قرآن کا اسلوبِ بیان ایسا بنا تھا کہ سارے عرب میں اس کا نمونہ موجود نہ تھا اور قرآن جن علومِ عالیہ پر مشتمل تھا ان سے عرب اور غیر عرب سب بالکل محروم تھے۔ اس کے علاوہ عرب میں بے مثال فصیح بلیغ شعراء موجود تھے۔ جن کو اپنے کمال پر ناز تھا اور قرآن اور صاحبِ قرآن کے بدترین دشمن تھے۔ وہ قرآن کے توڑ کو اپنی بڑی کامیابی سمجھتے تھے۔ ان حالات میں قرآن نے اعلان کیا کہ اس کتاب کی طرح چھوٹی سورت بنالاؤ اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ تم اور خدا کے سوا اگر تمہارے سارے معبود جمع ہو جائیں جب بھی ایسا نہ کر سکیں گے۔ اس اعلان نے غیّور شعراء پر کیا اثر ڈالا ہوگا؟ لیکن جو ناممکن تھا وہ کیونکر ممکن ہوسکتا تھا اور آج بھی ہزاروں عیسائیوں اور یہودیوں کی مادری زبان عربی ہے جو لبنان، مصر اور شام وغیرہ میں آباد ہیں اور عربی کی بیسیوں جلدیں اور ڈکشنریاں عربی زبان کی لکھی ہیں۔ وہ قرآن کے دشمن بھی ہیں، لیکن ممکن ہے چاند پر وہ مکان بنا سکیں، مگر یہ کہ سورۂ کوثر کے برابر ایک سطر کی سورۃ بنا لائیں، یہ ناممکن ہے۔ جو قرآن کی عظیم الشان بلاغی عظمت کی دلیل ہے جس نے پوری انسانیت سے اپنی عظمت کا لوہا منوا لیا ہے۔ مستشرقین یورپ نے فیضی کی تفسیر بے نقط اور ابن امراندی یہودی کی کتاب تاج کو قرآن کے توڑ میں پیش کیا ہے، حالانکہ ان دونوں مصنفوں نے خود یہ دعویٰ نہیں کیا۔ ہم ان دونوں شبہوں کا جواب لکھتے ہیں۔ فیضی کی تفسیر بے نقط کو بے نظیری میں مثال بنا کر پیش کرنا بے سود ہے۔ خود فیضی اپنی تفسیر کو قرآن کا توڑ نہیں سمجھتا تو دوسرے کا دعویٰ بے نظیری ایسا ہے کہ مدعی سست اور گواہ چست۔ فیضی خود دیباچہ تفسیر مذکور جس کا نام سواطع الالہام ہے، میں لکھتے ہیں:

کلام اللہ لاحد لمحامدہ ولا عد لمکارمہ ولا ساحل لہ (ترجمہ) قرآن کی خوبیوں کی حد نہیں اور اس کی فضیلتیں بے شمار ہیں۔ وہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں۔" اس کے علاوہ صنعتِ عرب میں موجود تھی۔ تمام عبارت نقطہ دار حروف یعنی حروف معجمہ سے مرکب ہو۔ تمام عبارت

مہملہ یعنی بے نقط حروف سے مرکب ہو۔ ایک کلمہ معجمہ حروف کا ہو ایک مہملہ کا، یہ سب مقامات حریری وغیرہ میں موجود ہے۔

شبہ ابن امرادندی کی کتاب "تاج" کا

باقی ابن امرادندی یہودی زندیق جس نے یہود ونصاریٰ سے رقم لے کر التاج والفرید لکھی تھی، مگر اس کے متعلق ایک اور ملحد ابوالعلا المعریٰ نے جو شاعر وبلیغ تھا لکھا ہے: لایصلح تاجه ان یکون نعلاً (ترجمہ) اس کا یہ تاج چپلی بننے کے قابل نہیں (مناہل العرفان)

قرآن کی اصلاحی عظمت

انسانی اصلاح کا اصلی مرکز دل ہے۔ جب وہ درست ہو جائے تو باقی اعضا خود بخود درست ہو جاتے ہیں جیسے بخاری میں نعمان بن بشیر کی حدیث مرفوع میں صلح الجسد کله آیا۔ دل روح انسانی کا اصلی مستقر ہے تو گویا روح کی اصلاح پر پوری شخصیت کی اصلاح مبنی ہے۔ روح عالم امر سے ہے جیسے قرآن میں آیا ہے: قل الروح من امر ربی تو اس امر ربی کی اصلاح بھی امر ربی یعنی کلام الٰہی سے ہوگی اور کلامِ الٰہی فی الحقیقت غذاءِ روحانی ہے۔ بدن زمین سے ہے۔ اس کی غذا بھی زمین سے ہے اور روح امر سماوی ہے۔ اس کی غذا بھی سماوی یعنی کلامِ الٰہی سے ہوگی۔ اگر جسم وبدن کی نشوونما اور قوت وارتقا زمین سے حاصل کردہ غذا کے بغیر ممکن نہیں، تو روح کی ترقی وقوت اور نشوونما بھی آسمانی غذا یعنی کلامِ الٰہی کے بغیر بھی ممکن نہیں۔ اب رہا یہ فیصلہ کہ قرآن واقعی ایک عظیم غذاءِ روحانی اور کلامِ الٰہی ہے یا نہیں تو اس کا فیصلہ تمام غذاؤں کے اصول قانون کے مطابق ہی کیا جائے گا۔ اگر غذا کے استعمال سے درستی ہو جائے ضعف وکمزوری رونما نہ ہو بلکہ سابق کمزوری بھی دور ہو جائے تو ایسی غذا صحیح اور مقوی غذا ہے اور اگر کمزوری دور نہ ہوئی بلکہ زیادہ ہو گئی تو یہ کوئی غذا نہیں اب قرآن کے نسخہ کو صحابہ کرام نے استعمال کیا۔ ان کی زندگی قبل از اسلام وقبل القرآن تمام برائیوں سے لبریز تھی۔ خدا پرستی کی جگہ بت پرستی، اتحاد کی جگہ خانہ جنگی تھی۔ عدل کا نام نہ تھا بلکہ ظلم پر فخر کیا جاتا تھا۔ زنا، شراب، سود خواری میں ابتلا عام تھا۔ اصلاح کے اسباب میں سے کوئی سامان موجود نہ تھا۔ نہ تعلیم تھی نہ تربیت، نہ عدالت نہ قانون، نہ تعزیرات وسزا۔ اور لوٹ کھسوٹ زندگی کا عام معمول تھا۔

باقی صفحہ ۳۶ پر

اولٰئک ھم الراشدون

"خلافت و ملوکیت" کے جواب میں!

شیخ الحدیث حضرۃ علامہ مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ

قسط : ۷

ولید بن عقبہ کے بعد

حضرت سعید بن العاصؓ کوفہ کے گورنر مقرر کئے گئے۔ اشتر ابو خشنہ غفاری، جندب بن عبد اللہ اور صعب بن جثامہ جو ولید کی شکایتیں لیکر اس کے خلاف شہادت دینے گئے تھے، جب ان کی مراد پوری ہو گئی اور حضرت ولیدؓ معزول کر دے گئے، تو نئے گورنر کی رفاقت انہوں نے مدینہ ہی سے اختیار کر لی۔ نئے امیر کے ساتھ وہ کوفہ پہنچ گئے۔ مگر عام لوگ اس تبدیلی سے خوش نہیں تھے اور نئے گورنر نے جو تقریر خطبۂ جمعہ کے موقع پر کی اس سے بھی خوش نہیں ہوئے

(طبری ص ۶۳ و ص ۶۸ جلد ۵)

یہ سعید بن العاصؓ کون تھے۔ یہ باریک نکتہ تو مودودی صاحب نے اپنی فراستِ خوردبین سے معلوم کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کی قرابت تھی۔ لیکن مودودی صاحب کے مستند ترین مورخ اسلام ابن جریر طبری نے ان کا تعارف یہ کرایا ہے کہ کوفہ میں کمانڈر تھے انہوں نے جنگ طبرستان میں عظیم الشان کامیابی حاصل کی۔ نوجوان صحابہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص حضرت عبد اللہ بن زبیر وغیرہ ان کے ساتھ ان کی زیر کمان تھے۔ معرکہ اتنا سخت ہوا کہ صلوٰۃ الخوف پڑھنی پڑی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی۔

(تاریخ طبری ص ۵ جلد ۵)

اب اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کی قرابت بھی نکل آئی تو اس کی مثال وہی ہے۔ کہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ کو جو حضرت فاروق اعظمؓ کے ماموں تھے ان کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ بہرحال حضرت سعید نے کوفہ پہنچ کر اہل کوفہ کی دلجوئی اور مدارات کی پوری کوشش کی روزانہ مجلس بھی ہوتی۔ اس میں اہل کوفہ آتے اور بے تکلفی سے باتیں کرتے۔ کچھ لوگ جو پہلے بڑے نہیں تھے اب بڑا بننا چاہتے تھے۔ مجلس میں نمایاں رہتے۔ مورخین نے ان کے نام بھی شمار کرائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے (ابن خلدون صنہ۱۴۰ جلد ۲، البدایہ والنہایہ صنہ۱۶۶ جلد ۷) ان کی بڑائی کی ایک بات یہ تھی کہ دوسرے لوگوں کے حسب نسب پر اور کبھی دوسرے قبائل پر تبصرہ بھی کرتے۔ یہ تبصرے سخت بھی ہوتے تھے پھر آپس میں بحث ہونے لگتی۔ جو سخت کلامی تک پہنچ جاتی۔ انتہا یہ کہ بقول ابن خلدون ——— یخرجون منہا الی المشاتمۃ والمقاتلۃ (صنہ۱۴۰ جلد ۲) (سخت کلامی سے بڑھ کر گالی گلوچ ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ جاتی)

ایک روز سواد عراق کے متعلق کچھ بات ہو رہی تھی۔ حضرت سعید بن العاص کی زبان سے نکلا

انما ھذا السواد بستان القریش (یہ علاقہ تو قریش کا باغ ہے)

حضرت سعید کی زبان سے اس فقرہ کا نکلنا تھا کہ مالک اشتر بے قابو ہو گیا۔ اور بڑے غصہ سے چلا کر کہا جس علاقہ کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کے زور سے فتح کرایا ہے۔ تم اس کو اپنی قوم کا بُستان خیال کرتے ہو۔ اَب سعید تو خاموش ہو گئے مگر آپس میں بحث چل گئی اور شور مچ گیا۔ تب حضرت سعید کے پیشکار (صاحب شرط) عبدالرحمٰن اسدی نے انکو ڈانٹا۔ اب یہ عبدالرحمٰن کو لپٹ گئے۔ اور اسکو اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت سعید نے رات کی یہ مجلس موقوف کر کے دربان مقرر کر دیئے کہ لوگوں کو آنے سے باز رکھیں۔ رات کی مجلس برخواست ہونے کا لوگوں کو بہت ملال ہوا۔ مگر ان لیڈران قوم کے تبصرے اب بھی بند نہیں ہوئے۔ پہلے خاص مجلس میں ہوا کرتے تھے۔ اب جگہ جگہ ہونے لگے۔ اور ان میں حضرت عثمان کو بھی داخل کر لیا گیا جب یہ تبصرے ہوتے تو اور بھی آدمی جمع ہو جاتے تھے رفتہ رفتہ یہ سلسلہ طویل ہوا۔ اور فتنہ بڑھنے لگا۔ تو سعید بن العاص نے یہ تمام روئیداد

لکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں بھیجدی ۔ وہاں سے جواب آیا کہ ان لوگوں کو حضرت معاویؓ کے پاس شام بھیجدو ۔ یعنی نہایت ہی مہذب اور غیر محسوس طرح پر انکو کوفہ سے شہر بدر کرکے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ کی نگرانی میں نظر بند کر دیا ۔

یہ شام پہنچے تو باوجود یہ کہ نظر بند اور معتوب کی حیثیت رکھتے تھے ۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ نے ان کی بڑی مدارات کی ۔ ان کے قیام کا خاص طور سے انتظام کیا ۔ کھانا اور ناشتہ بھی ان کے ساتھ کرتے ۔ اور ہر ایک کا وظیفہ (روزینہ) بھی مقرر کر دیا ۔ چند روز کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ نے ان لوگوں کو سمجھایا ۔ قریش کی کچھ خصوصیات بیان کیں ۔ اور فرمایا کہ خلیفہ اور امام کی ذات ایک ڈھال ہے ۔ اس کی حفاظت میں آپ آگے بھی بڑھ سکتے ہیں ۔ اور دشمن کا مقابلہ بھی کر سکتے ہیں ۔ آپ لوگ مسلمانوں کے اس نظام کو درہم برہم نہ ہونے دیں ۔ (طبری نے گفتگو کی پوری تفصیل دی ہے) (صـ۸۶ اور صـ۸۷ جلد ۵) اور ابن خلدون نے اسکا خلاصہ نقل کیا ہے ۔ (صـ۱۴۶ جلد ۲)

لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ کی مدارات اور دلجوئی کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا ۔ اس معقول گفتگو کا نہایت نامعقول جواب دیا ۔ صعصعہ بن صوحان نے (جوان کا خطیب (اسپیکر) تھا) کہا قریش اسلام سے پہلے بھی ہم سے بڑھے ہوئے نہیں تھے ۔ نہ ان کی تعداد زیادہ تھی ۔ اور نہ طاقت ، باقی یہ کہ خلیفہ ڈھال ہوتا ہے تو ڈھال اسی وقت تک ہے جب تک اسکو توڑا نہ جائے ۔

اسی طرح کی باتیں اور لوگوں نے کیں جس سے نہ صرف ان کی طبیعتوں کا بلکہ ان کے جذبات اور ارادوں کا بھی اندازہ ہو گیا ۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کو لکھا کہ یہ لوگ راہِ راست پر آنے والے نظر نہیں آتے لیست لهم عقول ولا اديان ابطوهم العدل ۔ انما همهم الفتنة واموال اهل الذمة (ابن خلدون صـ۱۴۱ جلد ۲) عقل و دانش سے یہ لوگ محروم ہیں ۔ دین سے بھی انکو کوئی سروکار نہیں ۔ عدل اور مساوات کے رویّہ نے ان کا مزاج بگاڑ دیا ہے ۔ اور انکو خودسر بنا دیا ہے ۔ فتنے برپا کرنا اور ذمیوں (غیرمسلم باشندگانِ وطن) کے مال ہڑپ کر لینا ان کا مقصد ہے (الکامل ابن اثیر جلد ۳ صـ۷۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ انکو "حمص" بھیجدو۔ جہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خلفِ رشید حضرت عبدالرحمٰن بن خالد، حکمران ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیل کی۔ یہ "حمص" پہنچے۔ تو والیٔ حمص حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ کا رنگ دوسرا تھا۔ انہوں نے پہلے ہی گفتگو میں ان کی سخت گرفت کی۔ پھر انکو تنبیہ کرتے ہوئے کہا: خسبرا للہ عبد الرحمن ان لم یود بکم یا معشر لاادری اعرب ھم ام عجم۔ (ابن خلدون ص۱۴۱، ج ۲)

تم لوگ، تمہارا یہ بھی پتہ نہیں کہ عرب ہو یا عجمی ہو۔ خدا برباد کردے عبدالرحمٰن کو (یعنی مجھکو) اگر میں تمہیں ٹھیک نہ کردوں۔

عبدالرحمٰن بن خالدؓ نے زبانی تنبیہ بھی کی اور برتاؤ بھی سخت رکھا، تو چند روز میں یہ درست ہوگئے۔ اپنی غلطیوں کی معافی مانگی۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بارگاہِ خلافت میں اس کی رپورٹ بھیجی۔ وہاں سے اجازت آگئی کہ یہ لوگ کوفہ جانا چاہیں تو جانے دو۔

قریشیت کے خلاف جو زہر پھیلایا جارہا تھا اور عربی اور عجمی کے نام پر جو ذہنیت پیدا کی جارہی تھی اس نے نہ صرف قریش کی سیادت وقیادت کے لیے خطرات پیدا کردئے تھے۔ بلکہ ان کی عرفی حیثیت اور ان کی ان جائدادوں کے متعلق بھی خطرہ پیدا کردیا تھا جو کوفہ کے آس پاس عراق میں تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس خطرہ کو محسوس فرماکر ایک خطبہ میں اہل حجاز کو ہدایت کی کہ عراق میں جتنی جائدادیں ہیں انکو فروخت کردو یا ان کا تبادلہ کرلو۔ اہل عراق کی ان جائدادوں سے جو حجاز میں ہیں۔ کیونکہ وہاں (عراق میں) فتنوں کا سیلاب آرہا ہے۔ (طبری ص۶۴ جلد ۵، کامل ابن اثیر ص۴۱ جلد ۳، ابن خلدون وغیرہ)

اخراج کے بعد

ان لیڈروں کو اگرچہ کوفہ سے نکال دیا گیا تھا مگر درحقیقت ان لوگوں کی یہ حرکتیں ایک منظم تحریک کے ماتحت تھیں (جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ کریں گے)، اسی طرح کی شکایتیں ماتحت علاقوں سے حضرت سعید والی کوفہ تک پہونچیں تو آپ نے اپنے معتمد ارکان کو جو کوفہ میں رہتے تو فضا درست کرسکتے تھے ان علاقوں میں بھیج دیا۔ (ابن جریر طبری نے اُن کے نام بھی تحریر کیے ہیں ص۹۲ ج۵) اب تحریک کے فتنہ پرداز رکنوں کو اور آزادی مل گئی، کیونکہ جو ان کو جواب دے سکتے تھے وہ ماتحت علاقوں میں پہونچے

ہوئے تھے ۔ اور جیسا کہ آئندہ وجہ بیان کی جائیگی اسی دوران میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں جملہ صوبوں کے گورنروں کی کانفرنس طلب کر لی ۔ حضرت سعید بن العاص اس میں شرکت کے لیے مدینہ طیبہ گئے ۔ عمرو بن حریث کو اپنا قائم مقام بنا گئے ۔ اس وقت ان فتنہ پردازوں کی جرائت اور بڑھ گئی ۔ یہاں تک کہ انہیں کا ایک سرغنہ یزید بن قیس کوفہ والوں کی ایک پارٹی لے کر اس ارادہ سے نکلا کہ مدینہ پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خلافت سے دستبرداری کا مطالبہ کریں ۔ لیکن قعقاع بن عمرو جو والئ کوفہ یعنی حضرت سعیدؓ کی طرف سے فوجوں کے افسر اعلیٰ تھے انہوں نے یزید کا تعاقب کیا ۔ اور یزید کو گرفتار کر لیا ۔ یزید نے قعقاع بن عمرو کی منت سماجت کی کہ ہم تو صرف گورنر سعید کا تبادلہ چاہتے ہیں ۔ قعقاع نے ان کو چھوڑ دیا ۔

یہ وہی وقت ہے کہ مالک الاشتر وغیرہ (جو حمص میں تھے) حضرت عبد الرحمٰن بن خالد نے اجازت دی تھی کہ وہ اگر چاہیں تو کوفہ جا سکتے ہیں ۔ چنانچہ اشتر اپنی پارٹی کے ساتھ کوفہ پہنچ گیا ۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ کوفہ کے فتنہ انگیزوں نے اس کو خط بھی لکھا تھا ۔ (ابن خلدون ص۱۴۲ جلد ۲)

مالک الاشتر نے یہ فضا دیکھی تو جو عہد و پیمان عبد الرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ سے کیا تھا سب بالائے طاق رکھ دیا اور فتنہ پردازوں کی قیادت شروع کر دی ۔ جمعہ کے روز حضرت سعید کے خلاف ایک شوشہ چھوڑا نماز سے پہلے ہی جامع مسجد کے دروازہ پر تقریر کی ۔ کہ میں مدینہ ہو کر آ رہا ہوں ۔ وہاں سعید اس لیے گئے ہوئے ہیں کہ عورتوں کے وظیفہ میں سو درہم کی کمی کرا دیں ۔ اور مردوں کے وظائف کی آخری حد دو ہزار کرا دیں ۔ اس وقت جن کے وظائف دو ہزار سے زیادہ ہیں ۔ ان کے دو ہزار کرا دیں ۔ اور یہ کہ قریش بڑھ بڑھ کر کہہ رہے ہیں کہ سوادِ عراق ہمارا بستان ہے ۔ پھر جیسے ہی جمعہ کی نماز ختم ہوئی اعلان کر دیا کہ "یزید بن قیس مدینہ کی طرف اس لیے جا رہے ہیں کہ سعید بن العاص کو یہاں نہ آنے دیں ۔ اور ان کو راستہ ہی سے واپس کر دیں ۔ جو یزید کے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ آجائے ۔ چنانچہ فخرجوا ۔ وذوالرای یعذلونھم فلا یسمعون واقام اشراف الناس وعقلاءھم مع عمرو بن الحریث (عام لوگ) نکل پڑے اور اصحاب الرائے (سمجھ دار حضرات) ان کو ملامت کر رہے تھے ۔ مگر یہ (جانے والے) کچھ نہیں سنتے تھے ۔ معزز عمائدین اور سمجھ دار حضرات عمرو بن الحریث کے ساتھ رہے)۔

بہر حال یزید کے ساتھ لوگوں کی ایک بھیڑ روانہ ہوئی قادسیہ کے قریب جرعہ مقام پر اپنا ڈیرا ڈالا اور حضرت سعیدؓ مدینہ سے واپس ہو کر یہاں پہنچے تو ان کا راستہ روک لیا۔ کہ سعید واپس جاؤ ہمیں آپ کی ضرورت نہیں —— سعید کے ایک غلام نے کہہ دیا، سعید واپس نہیں ہو سکتے۔ تو مالک الاشتر نے اس کو قتل کر دیا۔ (ابن خلدون ص ۱۴۲ جلد ۲ ابن الاثیر ص ۴۷ جلد ۳)۔

حضرت سعید نے یہ حالت دیکھی تو وہ مدینہ واپس ہو گئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سارا ماجرا سنا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو چاہتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی خواہش پوری کی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا،

میں نے تمہارے مطالبہ کو مانتے ہوئے سعید کو معزول کر کے ابو موسیٰ کو ان کی جگہ مقرر کر دیا ہے۔ بخدا میں تم سے اپنی آبرو بچاؤں گا۔ تمہارے مقابلہ میں صبر و استقلال سے کام لونگا۔ اور تمہاری اصلاح میں پوری کوشش کرونگا (ابن اثیر ص ۴۷ جلد ۳)

آپ نے یہ بھی فرمایا۔ واللہ لا نجعل لاحد عذرا ولا نترك لهم حجة ولنصبرن كما امرنا حتى نبلغ ما يريدون۔ بخدا کسی کے لئے کسی عذر کی گنجائش ہم باقی نہیں رکھیں گے۔ نہ کسی کے لئے حجۃ کا موقع چھوڑیں گے۔ اور جیسا کہ ہمیں حکم کیا گیا ہے ہم ضرور صبر کریں گے۔ یہاں تک کہ ہم ان کی مراد کی گہرائی کو پہنچ جائیں۔ یہ ۳۴ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت سعید بن العاص معزول کئے گئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری ان کی جگہ گورنر مقرر کئے گئے۔

یہ تمام واقعات طبری، ابن اثیر۔ اور ابن خلدون یعنی بقول علامہ مودودی تاریخ اسلام کے مستند ترین مورخین نے بیان فرمائے ہیں۔ ہم نے صرف اتنا تصرف کیا ہے کہ عربی زبان کے بجائے اردو میں ان کا مفہوم بلا کم و کاست بیان کر دیا ہے۔

اس تمام سلسلۂ واقعات میں مودودی صاحب کو صرف ایک بات نظر آئی کہ حضرت سعید بن العاص، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے، لیکن کیا اس تمام ہنگامہ میں جو حضرت سعید کے خلاف ہوا کسی موقع پر بھی کسی نے رشتہ کا تذکرہ کیا۔

حضرت سعیدؓ کا تقرر خود ان کی موجودگی میں ہوا جو ولیدؓ کے خلاف شکایت لے کر آئے تھے۔ کسی نے اس تقرر پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ بڑی خوشی سے ان کو لے کر کوفہ پہنچے۔ پھر حضرت سعیدؓ کے حاضر باش رہے ان کی مجلس میں آگے بڑھ کر بیٹھتے۔ اختلاف اس پر ہوا کہ حضرت سعید نے کہہ دیا کہ یہ علاقہ (سواد عراق) قریش کا بستان ہے (بنو امیہ کا نہیں کہا تھا۔ قریش کا کہا تھا)

اسی اختلاف نے شدت اختیار کیا۔ اور قریش کے خلاف پروپیگنڈہ شروع ہو گیا۔ اور ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان جائدادوں کے متعلق خطرہ ہوا جو قریش کی اس علاقہ میں تھیں۔ آپ نے مدینہ میں اہل الرائے حضرات کو جمع کر کے صورت حال سے آگاہ کیا۔ اور یہ نصیحت فرمائی کہ اپنی جائدایں جو عراق میں ہیں فروخت کر دیں۔ یا تبادلہ کر لیں۔

قریش کی مخالفت کے فتنہ نے شدت اختیار کی۔ تو حضرت سعید بن العاصؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے بموجب کوفہ سے ان فتنہ پرواز لیڈروں کو جلا وطن کر کے شام بھیجدیا۔ یہ حضرت سعید کا جرم تھا۔ جس نے ان شورہ پشتوں کو حضرت سعید کے خلاف ہنگامہ کا موقعہ دے دیا۔ رشتہ کا کوئی ذکر اب بھی کسی کی زبان پر نہیں آیا۔ جو ہنگامہ تھا وہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے خلاف تھا کہ انہوں نے ان کے لیڈروں کو کوفہ سے نکال کر شام بھیج دیا تھا۔

اب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا احترام بدستور تھا۔ اس سلسلہ میں مودودی صاحب کا ایک فقرہ ملاحظہ فرمائیے۔

ان کی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی) خلافت میں بحیثیت مجموعی خیر اس قدر غالب تھی اور اسلام کی سربلندی کا اتنا بڑا کام ان کے عہد میں ہو رہا تھا کہ ان کی پالیسی کے اس خاص پہلو سے غیر مطمئن ہونے کے باوجود عام مسلمان پوری مملکت میں کسی جگہ ان کے خلاف بغاوت کا خیال تک دل میں لانے کے لیے تیار نہیں تھے ایک مرتبہ بصرہ میں ان کے گورنر سعید بن العاص کے طرز عمل سے ناراض ہو کر کچھ لوگوں نے بغاوت برپا کرنے کی کوشش کی بھی تو عوام نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ اور جب حضرت عثمانؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے لوگوں کو بیعت کی تجدید کے لیے پکارا تو لوگ بغاوت کے علمبرداروں کو چھوڑ کر بیعت کے لیے ٹوٹ

پڑتے (خلافت و ملوکیت ص ۱۱۶ و ص ۱۱۷)

اس فقرہ میں "پالیسی کا خاص پہلو اور اس سے بے اطمینانی" تو شیعہ ذہنیت کی تقلید اور نقالی ہیں مودودی صاحب کے ذہن کی کاوفرائی ہے۔ جس کو افتراء اور اختراع ہی کہا جا سکتا ہے۔ اگر یہ پہلو لوگوں کے سامنے تھا تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ جو بقول مودودی صاحب حضرت عثمان رض کے عزیز تھے (خلافت و ملوکیت ص ۱۰۱) سے ناراض ہونے اور حضرت عثمان رض سے راضی اور ان کی وفادار رہنے کے کوئی معنی نہیں۔ اور اگر بالفرض رشتہ داری وجہ شکایت تھی تو جب حضرت سعید رض کو معزول کر دیا گیا تھا۔ تو شکایت کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ علاوہ ازیں رشتہ داری تو معزولی کے بعد بھی باقی رہ گئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگر ایسے ہی خویش نواز اور قرابت پرور تھے تو وہ حضرت سعید کو کسی اور منصب پر فائز کر سکتے تھے۔

بہرحال مودودی صاحب کو اعتراف ہے کہ حضرت سعید رض کی معزولی اور حضرت ابوموسیٰ کے تقرر تک لوگ بدستور حضرت خلیفہ سوئم کے یہاں تک وفادار تھے کہ ان کے خلاف بغاوت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن جیسا کہ حضرات مورخین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ قریشیت کا سوال پوری شدت اور قوت سے سامنے آچکا تھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خویش پروری کی بناء پر نہیں بلکہ ان کی قریشیت کی بناء پر یہاں تک یہ لوگ ان سے ناراض ہو چکے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے روبرو کہدیا تھا کہ "اس ڈھال کو جو خلیفہ اور امام کے وجود کی شکل میں لوگوں کے لیے آڑ ہوا کرتی ہے اس کو توڑا بھی جا سکتا ہے" (دیکھو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور صعصعہ بن صوحان کی گفتگو جو پہلے گذر چکی ہے)۔

کوفہ کے حالات کو ہم یہیں ختم کرتے ہیں۔ البتہ ختم کرنے سے پہلے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا کچھ تعارف بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فرد جرم میں ان کا بھی نام لیا جاتا ہے

بیاہ شادی پر برائلر چوزے خریدنے کے لیے
ہماری خدمات حاصل کریں
مدینہ پولٹری فارم، مدنی چوک گیٹ ۳ غلام محمد آباد، لائل پور۔

سیّد نفیس

نعت

اللہم صل علی النبی الامی

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی — آ گئی رُت پلانے پینے کی
نہیں حسرت زیادہ جینے کی — زندگی چاہیے قرینے کی
زندگی اس کی، موت اس کی ہے — خاک ہو جائے جو مدینے کی
رات دن شغلِ مے گساری ہے — رَمَضاں عید ہے مہینے کی
مئے افرنگ میں وہ بات کہاں — لا مرے واسطے مدینے کی
ساقیا چھوڑ ساغر و مینا — اَب پلا دل کے آبگینے کی
ختم ہے سلسلہ نبوّت کا — مہر ہے ہاشمی نگینے کی
ہفت اِقلیم سے ہے بیش بہا — خاک چٹکی سی اِک مدینے کی

ہَفت قلزم کے موتیوں سے گراں
بُوند اِک اِک ترے پسینے کی

أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

انوارِ صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرۃ مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہٗ خلیفہ مجاز حضرۃ لاہوری رحمہ اللہ

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد نسلِ انسانی میں اصحابِ رسول سب سے افضل، سب سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنی وسیع رحمت سے مسرور فرمائے گا۔

اب ناظرین کرام کے سامنے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عملی کارنامے بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ

آپ ۹ھ مشرف با اسلام ہوئے۔ نسباً یہودی لیکن مذہباً عیسائی تھے۔ ایک سو اسی برس عمر پاکر وفات پائی ان کا مزار مبارک کوفہ میں ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے۔

معجزہ جب حضرت عدی بن حاتم طائی پہلی دفعہ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے، تو کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ آرزو تھی کہ جب میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت اقدس میں پہنچوں تو جناب شفقت سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ جب میں مجلسِ نبوی میں پہنچا تو اصحابِ رسول نے میرا تعارف کرایا۔ اور کہا کہ یہ حاتم طائی کا بیٹا ہے۔ اس کا باپ اپنے جود و سخا اور لطف و کرم کی وجہ سے بہت نامور تھا، خلق خدا کی خدمت میں اس کا مقام بہت ہی بلند تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میرا ہاتھ اپنے مبارک ہاتھ میں لیکر نبوت خانہ کو چل پڑے۔

سلطانِ دو عالم ﷺ کی مسکین نوازی راستے میں جناب کو ایک بڑھیا ملی جس کی گود میں ایک چھوٹا بچہ تھا۔ بڑھیا نے اپنی کسی ضرورت کے لیے آنحضرت کے سامنے اپنی درخواست

پیش کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام راستہ سے ایک طرف ہوکر اس مسکین بڑھیا کی بات بہت دیر تک سنتے رہے۔ اس بڑھیا کی ضرورت پوری کرکے اپنے گھر پہنچے۔ اپنے حجرہ مبارک میں داخل ہوکر جناب نے تکیہ میری طرف بڑھایا بیٹھنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے عدی! کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا بھی ہے؟ یا، اللہ کے سوا اور بھی کوئی بڑا ہے۔ میں نے کہا اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں، اور وہی سب سے بڑا ہے۔

جناب نے فرمایا۔ یہودیوں پر اللہ کا غضب ہوا۔ (وہ ابدی غلامی میں مبتلا ہوتے) اور نصرانی گمراہ ہو گئے۔ پھر فرمایا۔ کہ اے عدی! تم اسلام کیوں نہیں قبول کر لیتے"۔ میں نے کہا" میں پہلے ہی ایک دین پر قائم ہوں" بہرحال یہیں معمولی اور مختصر گفتگو کے بعد عیسائیت چھوڑ کر مشرف با سلام ہو گیا۔ حضرت عدی نے مختار ثقفی کے زمانہ ۶۸ھ میں وفات پائی۔ اصابہ جلد ۲ ص ۴۶۱

عدی بن عمیرہ

یہ انصاری ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں یہودیوں کا ایک بہت بڑا بلند پایہ محقق عالم رہتا تھا۔ اس کا نام ابن شہلا تھا۔ اس نے ایک دن مجھ سے کہا کہ میں آسمانی کتابوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو جنت الفردوس میں جائے گی۔ یہ سُن کر مجھے حضور علیہ السلام کے مبعوث ہونے کی خبر ملی۔ میں بہت شوق سے زیارت کے لیے تیار ہوا۔ جب میں زیارت سے مشرف ہوا، تو جتنی علامتیں اس یہودی عالم نے آنے والے نبی کے متعلق بیان کی تھیں وہ سب کی سب مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نظر آئیں۔ میں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ کچھ عرصہ حضرت عدی کوفہ میں رہے، اور حضرت امیر عثمانؓ کی شہادت کے بعد جزیرہ چلے گئے۔ ۴۰ھ میں وفات پائی۔ اصابہ جلد ۲ ص ۴۶۳۔

ایک مسلمان جنّ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک دن جناب کے پاس مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ غائبانہ آواز آئی "السلام علیکم یا رسول اللہ"۔ جناب نے سلام کا جواب دے کر فرمایا" تو کون ہے" اس نے کہا کہ میں جن ہوں اور میرا نام عَرفَطَہ ہے۔ میں اسلام قبول کرکے زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ جناب نے فرمایا۔ مرحبا! تو ہمارے سامنے اور قریب آجا۔ اتنے میں وہ جن اس شکل میں آیا کہ بہت زیادہ عمر رسیدہ۔

بدن اور چہرے پر بھی بال تھے اور اس کی آنکھیں ناک کے برابر لمبی تھیں۔ ناخن بڑھے ہوئے تھے۔ اس کی شکل دیکھ کر ڈر کے مارے کپکپی طاری ہوگئی۔ اس نے درخواست پیش کی کہ آپ میرے ساتھ کوئی مبلغ بھیج دیں۔ جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت علیؓ کو اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔

حضرت علیؓ نے وہاں پہنچ کر جنوں کو اسلام کی دعوت دی۔ جتنے بھی مسلمان ہوئے ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور جنہوں نے انکار کیا ان پر بجلی گری اور سب جل کر تباہ ہوگئے۔ اصابہ جلد ۲ ص ۴۶۸

حضرت عصام ابن عامر کلبیؓ

یہ فارس کے رہنے والے تھے لیکن اپنا وطن چھوڑ کر یمن میں آکر آباد ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑے بت خانہ کے متولی اور سرپرست تھے۔ بڑے بت کا نام عمرہ تھا۔

صداقتِ اسلام کا معجزہ

ایک دن اس بڑے بت کے منہ سے آواز نکلی۔ یا عصام! یا عصام! جَاءَ الْاِسْلَامُ وَخَابَتِ الْاَصْنَامُ وَذَهَبَتِ الْاَصْنَامُ وَوَصِلَ الْاَرْحَامُ۔

ترجمہ۔ اے عصام! اسلام آچکا ہے۔ نامراد بت پرستی ختم ہو کر جا رہی ہے اور (ظلم وستم کے بجائے لطف وکرم اور) صلہ رحمی کا دور آگیا ہے۔ یہ آواز سن کر میں چونک اٹھا اور اپنے ایک ساتھی واثلہ کلبی کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ پہنچا۔ اور زیارت کا شرف حاصل کر کے ہم دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اصابہ جلد ۲ ص ۴۷۴

حضرت عکاف بن ورائح ہلالیؓ

حضرت عکاف ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب نے فرمایا اے عکاف کیا تیری شادی ہو چکی ہے؟ عکاف نے کہا کہ نہیں! جناب نے فرمایا۔ کیا تیرے پاس کوئی لونڈی موجود ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ حضور نے فرمایا! کہ کیا تیری صحت ٹھیک ہے، اور مالی حالت بھی اچھی ہے؟ عکاف نے عرض کیا! جی ہاں صحت بھی اچھی ہے اور مالی حالت بھی اللہ کے فضل سے بہت اچھی ہے۔ جناب نے فرمایا، جب تیری مالی حالت بھی اچھی ہے اور صحت بھی اچھی ہے اور تو نے شادی بھی نہیں

کی۔ اور لونڈی باندی بھی پاس نہیں ہے۔ تو پھر تو "اخوان الشیاطین" (شیاطین برادری) میں سے ہے یا نصرانیوں میں سے راہب ہے۔ اور اگر تو ہم میں سے ہے تو نکاح ضرور کر اس لیے کہ نکاح کرنا فقط میری ہی سنت نہیں ہے بلکہ تمام انبیا کرام کی سنت ہے۔ حضرت عکاف نے کہا کہ حضور جہاں چاہیں میرا نکاح کر دیں میں تعمیل حکم کے لیے تیار ہوں۔ جناب نے یہ سن کر عکاف کا نکاح اسی مجلس میں کلثوم حمیری کی بیٹی زینب کے ساتھ کر دیا۔ اصابہ جلد ۲ ص ۴۸۹۔

نوٹ۔ سید المرسلین خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام اور وابستگان کی زندگی کے ہر پہلو پر اور ان کی ہر ضرورت پر ہمدردی سے نظر کرم رکھتے تھے۔

۲۔ سبحان اللہ نکاح کی رسم کتنی سادہ ہوا کرتی تھی۔ کہ بس پندرہ منٹ میں شادی خانہ آبادی ہوگئی اور کچھ خرچ بھی نہ ہوا۔ وہ لوگ اپنی نیک کمائی اسلام کی تعمیری ضرورتوں پر خرچ کرتے تھے۔ اور ہم شادی وغیرہ پر تو ہزاروں خرچ کر دیتے ہیں۔ لیکن دینی ضرورتوں کی طرف ہماری توجہ بہت کم رہتی ہے۔ غفلت کی انتہا ہے کہ شادی کی تقریب پر ڈھول، باجے، سوٹ اور سہرے پر تو نہایت فراخدلی سے خرچ کرتے ہیں۔ لیکن اس مبارک موقع پر کبھی ایسا نہیں کیا جاتا کہ نکاح خوانی کے لیے بہترین عالم منتخب کیا جائے جو نکاح کے خطبہ میں حاضرین کو زوجین کے حقوق اور حقوق العباد سے آگاہ کرے۔ ؎

وائے ناکامی، متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

حضرت عمرو بن عبثہ قرشی رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ بت پرستی غلط راستہ ہے۔ یہ بت نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ تکلیف ہٹا سکتے ہیں۔ نہ تکلیف دے سکتے ہیں۔ ایسی باتیں میں بت پرستوں کی مجالس میں کہتا رہتا تھا۔ اچانک مجھے اہل کتاب کا ایک بہت بڑا عالم ملا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس دور میں سب سے بہتر اور افضل مذہب کونسا ہے۔ اس نے کہا کہ اس وقت دنیا بھر میں گمراہی پھیل چکی ہے۔ عنقریب مکہ مکرمہ میں ایک پیغمبر کا ظہور

ہوگا۔ وہ پیغمبر لوگوں کے سامنے جو دین اور مذہب پیش کرے گا وہی دین ہی دین حق ہوگا۔ یہ سن کر میں مطمئن ہوا اور جناب کے ظہور کا انتظار کرنے لگا عرصہ کے بعد معلوم ہوا اس ظلمت کدہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ نما ہو چکے ہیں۔ میں یہ سن کر فوراً جناب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

باہمی گفتگو

عمرو۔ آپ کون ہیں؟

پیغمبر خدا۔ میں اللہ کا نبی ہوں۔

عمرو۔ (میں چونکہ نبوت کے مفہوم اور نبی کے لفظ سے بے خبر تھا اس لیے میں نے کہا کہ) نبی کون ہوتا ہے؟

پیغمبر خدا۔ فرمایا کہ میں رسول ہوں۔ (یعنی بھیجا ہوا)

عمرو۔ میں نے کہا کہ آپ کو کس نے بھیجا ہے؟ اور کیا پیغام دے کر بھیجا ہے۔

پیغمبر خدا۔ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں اللہ کی طرف سے یہ پیغام لایا ہوں کہ بت پرستی ختم ہو اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت ہو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ دنیا کے اندر قتل وغارت جنگ وفساد قطعاً بند ہو جائے اور دنیا کے رہنے والے امن اور چین سے زندگی بسر کریں۔ اور رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات خوشگوار اور استوار کر دیے جائیں۔

عمرو۔ میں نے کہا کہ یہ سب تعلیم بہت ہی اچھی ہے۔ میں اس مذہب کو قبول کرنا چاہتا ہوں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا کر انہیں مشرف با اسلام فرمایا۔

عمرو۔ جناب اب میں اپنے گھر جاؤں یا جناب کے پاس رہوں۔

پیغمبر خدا۔ اب تم گھر چلے جاؤ۔ اور جب میری ہجرت کی خبر پہنچے تو پھر میرے پاس پہنچ جانا۔

یہ سن کر عمرو بن عبثہ اپنی بستی میں تشریف لے گئے اور بعد میں ہجرت کر کے مدینہ عالیہ جا پہنچے۔

استیعاب جلد ۲ ص ۴۹۳

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

یہ انصاری ہیں۔ یہ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ لیکن جنگ احد میں باپ بیٹے دونوں نے

ہل کر یکدم کفار پر حملہ کیا اور دونوں نے شہادت پائی۔

کرامت گھر سے روانگی کے وقت دروازہ سے نکلتے ہوئے حضرت عمروؓ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے رب کعبہ مجھے شہادت سے محروم نہ کرنا اور گھر میں واپس نہ لانا۔ بیوی نے ان سے کہا کہ آپ لنگڑے ہیں اور لنگڑے پر جہاد فرض ہے۔ حضرت عمروؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے شہادت نصیب ہوگی اور میں لنگڑی ٹانگ سے جنت میں سیر کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ازراہِ شفقت فرمایا کہ اے عمروؓ! لنگڑے پر جہاد فرض نہیں۔ عمروؓ نے کہا کہ بے شک جہاد فرض تو نہیں لیکن لنگڑے کو جانے سے منع بھی نہیں کیا گیا۔ میں ضرور جاؤں گا اور انشاءاللہ شہادت پاؤں گا۔

جنّت میں داخلہ حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عمروؓ جنت میں سیر کر رہے ہیں اور ان کی لنگڑی ٹانگ بالکل درست ہو چکی ہے۔

سردارِ قوم ایک دفعہ جناب نے انصار صحابہ کی ایک برادری سے پوچھا کہ تمہاری برادری کا سردار کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ جد بن قیس ہے لیکن وہ کچھ بخیل ہے۔ جناب نے فرمایا کہ بخیلی سب بیماریوں سے بڑی بیماری اور سب عیبوں سے بڑا عیب ہے۔ بخیل آدمی کو کبھی قوم کا سردار نہیں بننا چاہیے۔ آپ کی برادری کا سردار عمرو بن جموح ہونا چاہیے۔ (استیعاب جلد ۲ ص ۴۹۷)

خلیق و دیانتدار عملہ
بہترین و با رعایت طباعت

المکرم پریس

۵۔ شارع فاطمہ جناح، لاہور

جواہر الحدیث

از
مولانا محمد عارف صاحب ایم اے
و
قاری فیوض الرحمٰن صاحب ایم اے

اپنی خواہشات کو دینِ حق کے تابع بناؤ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ۔

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہیں مومن ہو سکتا کوئی تم میں سے جب تک کہ اس کی خواہش تابع نہ ہو جائے اس دین کے جسے میں لایا ہوں

ھَوٰی (یعنی خواہشاتِ نفس) اور ھُدٰی (یعنی انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی ہدایات) یہی دو چیزیں ہیں جن پر خیر و شر کے سارے سلسلے کی بنیاد ہے۔ اور جن سے انسانوں کی سعادت یا شقاوت وابستہ ہے۔ ہر گمراہی اور بدعملی "اِتباعِ ہوٰی" کا نتیجہ ہے۔ جس طرح کہ ہر خیر اور نیکی "اِتباعِ ہُدٰی" سے پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا حقیقی ایمان جبھی نصیب ہو سکتا ہے کہ "ہوٰی" کو یعنی اپنے نفس کی چاہتوں کو "ہُدٰی" کے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت و تعلیم کے تابع کر دیا جائے اور جس نے "ہُدٰی" کو چھوڑ کر "ہوٰی" کی غلامی اختیار کی اور بجائے ربّانی ہدایت کے وہ نفسانی خواہشات کے تابع ہو گیا تو گویا خود ہی اس نے مقصدِ ایمان کو پامال کر دیا۔ قرآن پاک میں ایسوں ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "اُنھوں نے خواہشاتِ نفس کو اپنا خدا بنالیا ہے"۔ اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰہَہٗ هَوَاهُ۔ (فرقان ع ۴)۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (القصص ع ۵)

پس جو شخص احادیثِ نبویہ سے ہٹ کر یا انہیں حجّت تسلیم نہ کرتے ہوئے قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہو۔ وہ خواہشِ نفس کا متبع ہے ۔ ہدایتِ ربانی کا نہیں اور وہ گمراہ ہے: هٰكَذَا قَالَ الْعُلَمَاءُ بِالْاِتِّفَاقِ۔

تو اپنی خواہشات اور مرضیات کے مطابق چلنے کا نام ایمان نہیں ہے۔ اصل ایمان یہ ہے کہ اپنی مرضی کو دین کے تابع بنا دیا جائے مثلاً سردیوں میں گرم بستر مرغوب ہوتا ہے، صبح وضو کرنا اور نماز پڑھنا مشکل ہے ۔ گرمیوں میں روزہ رکھنا آسان کام نہیں، مگر مومن کو چاہیے کہ برداشت کرے۔ اور حکم بجالائے ۔ اپنا مال الگ کرنے کو جی نہیں چاہتا، مگر خلافِ مرضی زکوٰۃ ادا کرے ۔ غرض دین کے جتنے بھی احکام ہیں، خواہش کے مطابق ہوں یا نہ ہوں ۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر عمل کرنے میں لذّت محسوس ہونے لگے۔

دل کی اِصلاح

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّ فِى الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلَا وَهِىَ الْقَلْبُ ــــــ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے: سُن لو بے شک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو۔ اور جب خراب ہو جائے تو سارا بدن خراب ہو۔ آگاہ رہو یہ دل ہے۔

انسان کے جسم میں دل کو خاص اہمیت حاصل ہے ۔ انسان کا دل اگر حرکت کرنا چھوڑ دے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح رُوحانی لحاظ سے بھی دل نہایت اہم حصّہ ہے ۔ ایمان و تقویٰ

کا مرکز اور سرچشمہ بھی دل ہے۔ ایمان اور کفر کے جذبات دل ہی سے اُٹھتے ہیں۔ جب یہ مرکز ٹھیک ہو تو سارا جسمِ انسانی ٹھیک ہے۔ اور جب مرکز ہی تباہ ہوگیا تو سارا بدن بگڑ گیا۔

مومن کو چاہیے ہر وقت اپنے دل پہ نگاہ رکھے۔ غلط جذبات اور خواہشات سے اسے محفوظ رکھے۔ ہر کام میں نیت صحیح رکھے۔ قلب (دل) الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگتا رہے کہ یہ ایمان پر محفوظ رہے۔

دو آدمی قابلِ رشک ہیں

لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ حِکْمَۃً فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَ یُعَلِّمُھَا ——— (متفق علیہ عن ابن مسعودؓ)

نہیں ہے رشک، مگر دو خصلتوں کے بارے میں، ایک وہ آدمی کہ دیا اسے اللہ نے مال، پھر طاقت دیا گیا اس کے صحیح خرچ کرنے پر، اور ایک وہ شخص ہے اللہ نے حکمت دی۔ پس وہ اس حکمت کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمتوں کو دیکھ کر جلنا اور یہ خواہش کرنا کہ یہ نعمتیں اس سے چھن جائیں۔ یہ گناہ ہے۔ رشک کے معنی ہیں دوسرے کی نعمتوں کو دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی نصیب ہوں۔ یہ جائز ہے۔ یہاں (حدیث شریف میں) حسد سے مراد رشک ہے۔

تو دو خصلتیں قابلِ رشک ہیں۔ اللہ کی مرضی کے مطابق مال خرچ کرنا۔ علم و حکمت سے معاملات طے کرنا اور علم و حکمت کی لوگوں کو تعلیم دینا۔ بڑا خوش قسمت ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال نصیب فرمایا اور پھر اسے جائز امور میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ بخل سے بھی محفوظ رکھا اور فضول خرچی سے بھی۔ یہ آدمی قابلِ رشک ہے۔

اسی طرح وہ آدمی بھی صاحبِ نصیب ہے جسے علم و حکمت ملی (حکمت سے مراد قرآن

حدیث اور فقہ کا علم ہے۔) علم و حکمت کے ساتھ فیصلے کیے اور لوگوں کو بھی حکمت کی تعلیم دی۔ یہ شخص بھی قابلِ رشک ہے۔

مال اللہ کی نعمت ہے۔ جسے ملے چاہیے کہ جائز امور میں خرچ کرے۔ اور علم و حکمت بھی نعمت عظمیٰ ہے جسے عطا ہو، چاہیے کہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور لوگوں کو بھی سکھائے۔ جس فرد کو یہ نعمتیں نصیب ہوں قابلِ رشک ہے۔ اور جس قوم کو نصیب ہوں وہ بھی قابلِ رشک ہے۔

تمام مومن ایک جسم کی مانند ہیں

تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَرَا حُمِہِمْ وَ تَوَادِّ ھِمْ وَ تَعَا طُفِہِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی عُضْوٌ تَدَا عٰی لَہٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّھَرِ وَالْحُمّٰی۔ (متفق علیہ عن النعمان بن بشیر رض)

دیکھے گا تو مومنوں کو ان کی باہمی رحمت، محبّت اور شفقت میں مانند جسم کے جب تکلیف ہوتی ہے ایک عضو کو دعوت دیتے ہیں سارے جسم کے اعضاء بیداری اور بخار کی۔

مومنوں کی باہمی رحمت، شفقت اور محبّت کی مثال تم ایسے دیکھو گے، جس طرح کہ ایک جسم ہے اور اس کے دوسرے اعضاء ہیں۔ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے اعضاء اس تکلیف میں شریک ہوتے ہیں۔ بخار ہے تو بدن کے سارے اعضاء بخار محسوس کرتے ہیں۔ اگر بیداری ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہے۔ پس پوری اُمّتِ مسلمہ کا یہی حال ہے کہ ایک مُسلمان عضو ہے اُمّتِ مسلمہ کا۔ مسلمان جہاں کہیں ہیں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

حدیثِ بالا میں تمام مسلمانوں کو آپس میں محبّت، رحمت اور مہربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ کتنی

جامع ہے یہ حدیث! اگر اس پر صحیح عمل ہو جائے تو حسد، بُغض، کینہ، عداوت اور خونریزی کا خاتمہ ہو جائے اور تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں۔

نیک لوگوں سے دوستی رکھو

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ ——— (اَبُوْدَاوٗد عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃؓ)

انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک دیکھ لے کس سے دوستی رکھتا ہے۔

آدمی اپنے احباب سے ضرور متأثر ہوتا ہے۔ اگر دوست سمجھ دار اور نیک ہیں تو ان کی صحبت سے اچھے اثرات پیدا ہوں گے اور اگر سوسائٹی خراب ہے تو بُرے اثرات ظہور پذیر ہوں گے۔

صحبتِ صالح تُرا صالح کند صحبتِ طالح تُرا طالح کند

کہ نیک صحبت سے تم نیک ہو جاؤ گے اور بُری صحبت سے بُرے۔

معیت و رفاقت میں بہت خیال رکھنا چاہیے۔ نیک لوگوں سے دوستی رکھنا چاہیے صحبتِ صالح سے تقویٰ اور پرہیزگاری آئے گی۔ علماء اور صلحاء کی محبت سے دنیا اور آخرت سنور جاتی ہے۔ قرآن مجید میں حکم ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کی رفاقت اختیار کرو۔

قیامت میں حشر بھی نیکوں ہی کے ساتھ ہو گا۔ اگر دوستی بدکردار انسانوں سے ہو گی تو اعمال خراب ہوں گے۔ عقائد میں خرابی آئے گی۔ دنیا بھی تباہ اور آخرت بھی برباد۔

مولانا رُوم فرماتے ہیں:

"بُرا دوست سانپ سے بھی بدتر ہے۔ اس لیے کہ سانپ کے اثرات فقط جسم پر ہیں

اور دنیا ہی میں ہیں۔ لیکن بدکردار دوست کے اثرات رُوح پر ہیں اور آخرت میں بھی ساتھ رہیں گے۔"

قیامت میں ان ہی لوگوں کے ساتھ حشر ہوگا جن کو دنیا میں آدمی چاہتا تھا۔ المرء مع من احب۔ پس ہر شخص کو دوستی سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ رفاقت کے لیے نیک رفقار کا انتخاب کیا جائے۔

پہلوان کون ہے؟

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ ــــ (متفق علیہ عن ابی ھریرۃ رض)

نہیں ہے طاقتور، ساتھ پچھاڑنے کے، پہلوان وہ ہے جو قابو میں رکھتا ہے اپنے نفس کو غصّے کے وقت۔

عام طور پر طاقت ور اور پہلوان شخص اس کو سمجھا جاتا ہے جو کشتی اور مقابلے میں دوسروں کو پچھاڑ دے۔ کہتے ہیں بڑا شہ زور ہے، پہلوان ہے۔ لیکن شریعت کی نگاہ میں کسی کو گرا لینا پہلوانی نہیں ہے۔ پہلوانی تو یہ ہے کہ غصّے کے وقت اپنے نفس پر پورا کنٹرول ہو۔ جس شخص کا نفس ہر جگہ بے قابو ہو جاتا ہے۔ بظاہر خواہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو، حقیقتاً کمزور ہے۔ اسی طرح نفس کے بے قابو ہونے سے جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ عموماً گالی گلوچ، مار پٹائی اور قتل و غارت تک نوبت آجاتی ہے۔

لیکن یاد رہے کہ ہر غصّہ مذموم نہیں۔ اگر غصہ کسی جگہ بھی انسان کو نہ آئے تو علماءِ کرام فرماتے ہیں: "یہ گدھا ہے۔" انسان اپنے مال، جان، عزّت اور آبرو کی حفاظت بغیر غیظ و غضب کے نہیں کر سکتا۔ جہاد میں شرکت نہیں کر سکتا اور نہ ہی ملک و ملّت کی حفاظت کر سکتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن کا اپنے نفوس پر پورا کنٹرول تھا) کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ــــ یعنی کفار پر نہایت سخت ہیں۔ (سُورہ فتح)

یہ سختی غیظ و غضب ہی سے تو پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے غصّے کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ غصّہ برمحل ہو، بے جا نہ ہو۔ ذاتیات کے تمام جھگڑے بے محل غصّے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ناحق دوسروں کی بے حرمتی غصّے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ قتل اور خوں ریزی میں غصّہ ہی کارفرما ہوتا ہے۔ پس غصّہ جب بھی آئے شریعت کے مطابق آئے اور جہاں شریعت نے روکا ہے وہاں اپنے نفس پر غصہ کے وقت مکمل کنٹرول کرے۔ پس پہلوان وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے۔

بقیہ : قرآن مجید کی عظمت الخ

قرآن آیا، اور ایسے لوگوں کی اصلاح کے لیے آیا۔ پھر قرآن کو اصلاح کے لیے وقت بھی بہت تھوڑا ملا۔ نبوّت کے تئیس سالہ زمانہ میں تیرہ سال مکّی زندگی میں تو قرآن کی آواز کفار کے جبر و استبداد کی وجہ سے بند تھی کہ قرآن کی دعوت موت کو دعوت دینے کے برابر تھی۔ ہجرت کے بعد کی گیارہ سالہ زندگی میں اکثر حصّہ کفارِ عرب کی جنگوں اور حملوں کی مدافعت میں گزرا۔ بہ مشکل تین چار سال صلح حدیبیہ اور فتح مکّہ کے بعد ایسے ملے کہ قرآن کو عرب پر اصلاحی اثر ڈالنے کا موقع ملا، لیکن اس مختصر عرصہ میں قرآن نے عرب پر وہ اثر ڈالا اور ایسی جماعت تیّار ہوئی جن کا ظاہر، باطن، اخلاق، عقائد، اعمال، معاملات، معاشرہ، سیاست اور بین الاقوامی تعلقات ایسے بن گئے جن کی نظیر تاریخِ بشری میں نہ پہلے گزری نہ آئندہ ممکن ہے۔ کیا آپ دنیا کی کوئی ایسی کتاب بتلا سکتے ہیں جس سے تھوڑے عرصہ میں ایسی ہستیاں پیدا ہوتی ہوں جن کا ایک ایک وصف بے مثال ہو مثلاً صدیق کی صداقت، فاروق اعظم کا عدل و سیاست، خالد بن ولید کی فوجی قیادت، عمرو بن عاص کا تدبّر، پھر ان سب امور میں خدا سے تعلق، شاہی میں درویشی کا رنگ۔ یہ سب کچھ قرآن کی تعلیم اور حضور علیہ السلام کی صحبت کا نتیجہ تھا۔ کیا یہ عظیم اور بے مثال اصلاحی کارنامہ جو عرب میں اور بعد ازاں چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ یہ قرآن کی عظمت کے لیے حجتِ قاطعہ نہیں ؟ ۔

ذکرُ الأجلاءِ المُقدّسین الّذین تشرفت بفیوضهم

الجامعة المدنيّة

○ اُن بڑی ہستیوں کا تذکرہ، جن کے فیوض و برکات سے جامعہ مدنیہ مشرف ہے۔ ○

بقلم الاستاذ العلام مولانا عبد المنان الدهلوی

ترجمہ: حضرت مولانا محمد ظہور الحق صاحب مدظلہم مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

قسط: (۲)

اس قصیدہ کی پہلی قسط گزشتہ شمارہ میں طبع ہو چکی ہے، جس میں چند اشعار کا ترجمہ و مفہوم بعض الفاظ کے سہواً رہ جانے کی وجہ سے زیادہ واضح نہیں رہا تھا۔ اس لیے اس شمارہ میں وہ اشعار اور ان کا ترجمہ دوبارہ پیش کیا جاتا ہے۔

(ادارہ)

تیسری قسط اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے!

جزاك ربك قد هيجت لي شجنا ... يا من يلاوم فيمن يخجل القمرا

اے ملامت گر! خدا تجھے جزا دے۔ تو نے (مجھے) چاند کو شرمادینے والے محبوب (مولانا حامد میاں) کے بارے میں ملامت کر کے میرے دیرینہ غم کو اُبھار ا۔

يا لذتي و قرار الروح مرتبط ... بمن يحب حبيبا فاجتنى ثمرا

میری رُوح کا قرار و لذّت ایسی ذات ستودہ صفات (یعنی حضرت مولانا حامد میاں) سے وابستہ ہے جس کا تعلق ایسے شیخِ وقت (یعنی حضرت مدنیؒ) سے ہے جس کی صحبت سے

بذكر حامدنا الميمون طائره ... بدء القصيدة من تشبيبها ندرا

خوش بخت (مولانا) حامد میاں کے ذکر سے قصیدے کا آغاز ہوا۔ جس کی تشبیب نُدرت لیے ہوئے ہے۔

سعى لخدمة دين الله منهمكا ... في رفعه لينال الأجر مدخرا

اللہ کے دین کی خدمت و سربلندی کے لیے انہماک کے ساتھ کوشاں ہیں تاکہ (اللہ تعالیٰ کے یہاں) ذخیرہ شُدہ اجر پا سکیں۔

بنى و وفقه الخيرات جامعة ... مدنية يالها صيتا وقد نشرا

خدا نے اُنھیں توفیق دی۔ انھوں نے جامعہ مدنیہ بنایا اور علوم پھیلائے۔ (اُن کا جامعہ مدنیہ) کیا ہی شہرت یافتہ مدرسہ ہے!

راقت بميزتها فاقت بحكمتها ... على المدارس قد بينت مختصرا

(یہ جامعہ مدنیہ) اپنے فضائل میں خوش منظر ہے۔ اپنی حکمت و علم میں دیگر مدارس پر فوقیت رکھتا ہے۔ بس میں نے مختصر حال بتلا دیا۔

واقصص علي من الايام ماضية ... واسرد كسرد حديث الشوق حين جرى

اور مجھے ایّامِ ماضیہ کے کچھ واقعات سُناؤ۔ اور ایسی عمدہ طرح سناؤ جیسے حدیثِ عشق جب چل پڑے

خليفة الشيخ مولانا و سيدنا ... حسين احمد سبحان الذي فطرا

اے ہمارے آقا و سردار اور شیخ حسین احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کے خلیفہ (مولانا حامد میاں!) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کو بےمثال پیدا فرمایا۔ (کہ انھیں

حسين احمد مشتاق لرؤيته ... جميع من في الورى لو زدته نظرا

مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ کی زیارت کا تمام عالم مشتاق ہے۔ اگر، انھیں بار بار دیکھو (تو بھی دل نہ بھرے گا۔)

نور الولاية موضوع بجبهته ... من زاره وجد الايقان والاثرا

ان کی پیشانی میں نورِ ولایت رکھا گیا تھا۔ جو انھیں دیکھ لیتا وہ حلاوت یقین و اثر پا جاتا۔

مَلِيحُ وَجْهٍ نَقِيُّ اللَّوْنِ وَجْنَتُهُ كَالشَّمْسِ بَازِغَةً كَالْبَدْرِ حِينَ يُرٰى

ملیح الوجہ ہیں پاکیزہ رنگ، ان کا رُخسار سُورج کی طرح دمکتا تھا۔ وہ چاند کی طرح دکھائی دیتے تھے

اَكْرِمْ بِهٖ سِيْرَةً دَاقَتْ مَحَاسِنُهَا اَجْمِلْ بِهٖ صُوْرَةً قَدْ فَاقَتِ الصُّوَرَا

کیا ہی کریم السیرۃ تھے۔ سیرت کی خوبیاں بڑی پیاری تھیں کیا ہی جمیل الصورت تھے۔ صورتوں پر ان کی شکل فوقیت رکھتی تھی

تَرَاهُ مُبْتَسِمًا وَالطَّرْفُ مُكْتَحِلٌ بِاللَّيْلِ مُبْتَهِلٌ طَيْفُ الْحَبِيْبِ سَرٰى

انھیں تبسم کناں سرگیں آنکھوں والا رات کو تضرع کرتا ہوا دیکھو گے (جیسے) خیال میں حبیب چل کر آگیا ہو۔

تَاللّٰهِ رَاشِدُنَا بِاللّٰهِ قَائِدُنَا اِلٰى سَبِيْلِ الْهُدٰى وَالرُّشْدِ مُصْطَبِرًا

خدا کی قسم وہ ہمیں رشد پر لگانے والے تھے۔ وہ رشد و ہدایت کے راستہ کی طرف ثابت قدمی کے ساتھ ہماری قیادت فرماتے تھے۔

حَذَاقَةُ الْعِلْمِ وَالْاَعْلَامُ تَغْبِطُهَا عَجِيْبَةٌ يُعْجِبُ النُّظَّارَ لَوْ نَظَرَا

عجیب حذاقت علمی تھی کہ بڑے بڑے علماء اس پر رشک کرتے تھے۔ دیکھنے والوں کو اگر دیکھیں تو اچھی لگتی تھی۔

يُبْدِيْ نِكَاتِ حَدِيْثٍ قَلَّ شَارِحُهَا كَشْفًا وَقَدْ حَفِظَ الْاَسْفَارَ وَالزُّبُرَا

حدیث کے وہ نکتے بیان فرماتے تھے کہ ان کو شرح کے ساتھ کھول کر بیان کرنیوالے کم ہیں۔ انھیں کتابوں کی کتابیں یاد تھیں

عِلْمًا وَّفَضْلًا وَّاِيْثَارًا وَمَكْرُمَةً بِلَا امْتِرَاءٍ فَرِيْدُ الْعَصْرِ مُشْتَهِرًا

علم و فضل، ایثار اور سربلندی میں وہ بلاخلاف یکتائے زمانہ مشہور تھے۔

زَيْنُ الْمَنَابِرِ وَالْمِحْرَابِ خُطْبَتُهُ نَصِيْحَةً لَمْ يَدَعْ خَوْفًا وَّلَا حَذَرًا

ان کا خطبہ نصیحت میں محراب و منبر کی زینت تھا۔ کبھی انھوں نے خوف اور ڈر کی وجہ سے (نصیحت) نہیں چھوڑی۔

طَوْرًا يُّشَرِّحُ اَحْكَامًا وَحِكْمَتَهَا وَبُرْهَةً يَّقْرَءُ الْاٰيَاتِ وَالسُّوَرَا

کبھی وہ احکام کی شرح فرمایا کرتے تھے۔ ان کی حکمتیں بیان فرمایا کرتے تھے اور کبھی آیتیں اور سورتیں تلاوت فرماتے تھے

كَمَا تُشَاهِدُهُ الْعَيْنَانِ مُسْتَبِقًا اِلَى الْمَكَارِمِ وَالْاِعْطَاءِ مُبْتَدِرًا

جیسے (کہ سچ مچ ہماری) آنکھیں یہ دیکھا کرتی تھیں کہ وہ مکارم میں سبقت فرمایا کرتے تھے اور عطا و سخاوت میں گویے سبقت لیجایا کرتے تھے

حِلْمًا وَّمَرْحَمَةً جُوْدًا وَّمَنْقَبَةً فَرْدٌ يُّقِرُّ بِهٖ مَنْ عَابَهٗ وَزَرٰى

صفتِ حلم و رحمت، سخاوت و فضیلت میں وہ یکتا تھے جو ان کی ذات میں عیب نکالتے ہیں وہ بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔

فِيْ لَيْلَةٍ غَشِيَتْ سَوْدَاءَ عَاتِمَةٍ رَأَيْتُهٗ مُقْشَعِرًّا يَّسْكُبُ الدُّرَرَا

گھری سیاہ ڈھپی ہوئی رات میں، میں نے انھیں دیکھا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہیں اور موتی (سے آنسو) بہا رہے ہیں۔

يَدْعُوْ وَيَسْئَلُ بِالْإِلْحَاحِ خَالِقَهٗ يَا رَبِّ مَغْفِرَةً قَدْ جِئْتُ مُعْتَذِرًا

وہ الحاح کے ساتھ پروردگار سے دُعا کرتے تھے اور (یہ) سوال کرتے تھے کہ اے پروردگار میں (گناہوں سے) معذرت خواہ ہوں تو میری مغفرت فرمائیے۔

لَوْلَاكَ يَا رَبِّ لَاخْتَرْتُ الْعَمٰى وَغَوٰى قَلْبِيْ وَلَمْ أَكُ مِمَّنْ يُّدْرِكُ الْوَطَرَا

اے پروردگار! اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو میں اندھا پن اختیار کر بیٹھتا اور میرا دل بھٹک جاتا اور میں ان لوگوں میں نہ ہو سکتا جو مقصد حاصل کر لیتے ہیں۔

يَا رَبِّ عَفْوَكَ أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً لِصَاحِبِ الْإِثْمِ أَوْ مَنْ ذَا الَّذِيْ غَفَرَا

اے پروردگار میں تیری عفو چاہتا ہوں اضعافا مضاعفۃ (جو بڑھتی ہی چلی جائے۔) ہر گنہگار کیلیے اور تیرے سوا بخشنے والا کون ہے؟

أَلَذُّ شَيْءٍ مُنَاجَاةٌ وَّأَدْعِيَةٌ مَأْثُوْرَةٌ وَّابْتِغَاءُ الْفَضْلِ مُنْتَظِرَا

(ان کے نزدیک) سب سے زیادہ لذیذ چیز مناجات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعائیں تھیں اور فضل خدا پر نظر رکھے رہنا

كَمْ مِّنْ لَيَالٍ لَا نَوْمٌ وَّلَا سِنَةٌ فِيْهَا وَلَمْ تَذُقِ الْعَيْنَانِ طِيْبَ كَرٰى

(ان کی) کتنی ہی راتیں (ایسے گزری) ہیں کہ جن میں نہ نیند تھی نہ اونگھ اور آنکھوں نے میٹھی نیند نہیں چکھی۔

بَحْرُ الْمَعَارِفِ إِيْمَانًا وَّمَعْرِفَةً جَمُّ الْعَوَارِفِ إِحْسَانًا يَّوَدُّ قِرٰى

ایمان و معرفت میں وہ بحر معرفت تھے (وہ) بطور احسان کثیر العطایا تھے وہ مہمان نوازی پسند کرتے تھے۔

ضِيَافَةُ الضَّيْفِ وَالْإِكْرَامُ شِيْمَتُهٗ سِيَّانِ لَوْ سَفَرًا تَلْقَاهُ أَوْ حَضَرَا

مہمان کی مہمان نوازی اور اکرام ان کی عادت تھی۔ چاہے سفر میں ملو یا حضر میں۔

جَمَالُ طَلْعَتِهٖ تَسْكِيْنُ أَفْئِدَةٍ كَمَنْظَرِ الْحُسْنِ يُرْوِي السَّمْعَ وَالْبَصَرَا

ان کا رُخ جمال دلوں کا سکون تھا۔ جیسے "حسن" دیکھنے سے (تسکین ہوتی ہے ویسے وہ) کان اور آنکھ کو سیراب کر دیتے تھے

وَاهًا لِلَّذِي قَدَمٍ فِي الدِّينِ رَاسِخَةٍ ذُو هِمَّةٍ لَا يَرَى نَفْعًا وَّلَا ضَرَرًا

کیا کہنے اُس دین پر راسخ القدم کے بڑی ہمّت والے تھے۔ نفع و نقصان پر نظر نہ کرتے تھے۔

مُجَاهِدٌ فِي سَبِيلِ الْحَقِّ لَيْسَ لَهُ عَوْنٌ بِغَيْرِ اِلٰهِ الْعَرْشِ مُقْتَدِرَا

راہِ حق میں مجاہد تھے ان کا الٰہ العرش کے سوا جو بڑی قدرت والا ہے۔ کوئی مددگار نہ تھا۔

سَيْفُ الشَّجَاعَةِ فِي الْمَيْدَانِ جَوْهَرُهُ يُرِيكَ ضَرْبَةَ شُجْعَانٍ تَرَى وَتَرَى

میدان میں سیفِ شجاعت کے وہ جوہر دکھاتے جو ایک بہادر کی ضرب میں ہوتے ہیں کہ تم (چاہو کہ) بار بار دیکھو۔

وَفَكُّ كُلِّ نِظَامٍ لَا يُوَافِقُهُ اَمْرُ الشَّرِيعَةِ حَقٌّ لَيْسَ فِيهِ مِرَا

اور ہر ایسے نظام کو کھولنا (توڑ کر رکھ دینا) کہ حکم شریعت اس سے نہ ملتا ہوا ہو۔ بلاشبہ حق ہی ہے۔

دَانَتْ لِهِمَّتِهِ الْعُلْيَا جَبَابِرَةٌ وَلَا يَدِينُ لِجَبَّارٍ وَّ اِنْ قَهَرَا

ان کی ہمت بلند کے سامنے بڑے بڑے سرکش مطیع ہو گئے اور کسی جبّار کی وہ اطاعت نہ کرتے تھے چاہے وہ (کتنا ہی)

وَكَيْفَ لَا وَهُوَ تِلْمِيذٌ لِّمَنْ جُعِلَتْ حَيَاتُهُ وَقْفَ تَعْذِيبٍ وَقَدْ صَبَرَا

وہ ایسے کیوں نہ ہوتے جبکہ وہ ان کے شاگرد تھے کہ جن کی زندگی (انگریزوں کی) اذیت کے لیے وقف تھی اور وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

لَمْ يَخْشَ اِلَّا اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّلَهُ صَبْرٌ جَمِيلٌ عَلٰى مَا قَلَّ اَوْ كَثُرَا

صرف اس خدائے یکتا سے ڈرتے تھے۔ انھیں صبر جمیل حاصل تھا چاہے مشکل تھوڑی ہو یا زیادہ۔

وَمَا رَأَى اَبَدًا مَالًا وَّلَا عَدَدًا وَعَزْمُهُ يَصْرَعُ الْاَعْدَاءَ وَالزُّمَرَا

انھوں نے کبھی (دشمن کی) کثرت مال و عدد پر نظر نہیں کی۔ ان کی قوّتِ عزم (نعوذ) اتنی تھی کہ دشمنوں اور ان کی جماعتوں کو پچھاڑ دیتے۔

يَدُ الْفِرَنْجِ كَمَا اَبْصَرْتَ ظَالِمَةٌ سَلْ عَنْ مَظَالِمِهَا الْمَحْبُوسَ اِذْ اُسِرَا

فرنگیوں کا ہاتھ جیسا کہ تم نے دیکھا ہے بڑا ظالم تھا ان کے مظالم کا حال اس سے پوچھو جو اس کی قید میں رہا ہو۔

جَمْعُ الْقُسَاةِ طَوَاغِيتٌ مَلَاحِدَةٌ يَا رَبَّنَا خُذْهُمْ اَخْذًا وَّلَا تَذَرَا

(فرنگی لوگ) سخت دلوں کی جماعت ہے۔ سرکش و ملحد ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ان کی گرفت فرما، اور انھیں نہ چھوڑ (مہلت بھی نہ دے)

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے پاکیزہ حالات

حیاتِ شیخ الاسلام

حضرۃ علامہ مولانا سیّد محمد میاں مدظلہم

قسط : ۶

انسان کے ذاتی خطوط اس کے دلی جذبات کے آئینہ دار ہوا کرتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت کے چند مکاتیب اس رسالہ کے آخر میں تحریر کئے جائیں گے تاکہ ان کے خدا پرستانہ جذبات کا اندازہ ہو۔ اس وقت مقدمہ کراچی کی مناسبت سے حضرت کا ایک مکتوب درج کیا جاتا ہے ۔ جو اس زمانہ میں طبع کرا کر شائع بھی کیا گیا تھا ۔ اس مکتوب میں ترک موالات کی ترغیب کے ساتھ مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ فن سپہ گری کی مہارت اختیار کریں ۔ کاش مسلمان اس ہدایت پر عمل کرتے تو اس پچیس سال کے عرصہ میں جو تحریر مکتوب کے وقت سے اس وقت تک گذرا ہے ہر ایک مسلمان نوجوان مجاہد بن گیا ہوتا ۔

مکتوبِ کراچی

مخدومِ بندہ ! زیدت عنایتکم .... السلام علیکم ، ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘ !

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا ۔ میں کس زبان اور کس دل سے آپ حضرات اور جملہ اہلِ شہر کی محبت اور عنایت کا شکریہ ادا کروں ۔ یہ سب آپ حضرات کی ذرّہ نوازی ہے ۔ میں تو آپ حضرات کا ادنیٰ خادم ہوں ، مگر یہ سب عنایت محض اسلام اور مذہب کے تعلق اور حضرت مولانا قدس اللہ سرہ العزیز کی بناء پر ہے ۔ خداوند کریم آپ حضرات کو اور بھی زیادہ دین کی خدمت کی توفیق اور جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور ان کے نام لیوا اُمّتیوں کی ہمدردی عنایت فرمائے ۔

مخدوما! یہ وقت اسلام پر نہایت سخت آپڑا ہے، جس کی نظیر پہلے نہیں گزری۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کو جو کچھ بے چینی ہو وہ بہت ہی کم ہے۔ آج ہم اور آپ نہیں برباد ہو رہے ہیں بلکہ آج دشمنانِ اسلام، اسلام کا جنازہ اٹھانا چاہ رہے ہیں۔ آج وہ قرآن کو روئے زمین سے اور شریعت محمدی کو دنیا سے نیست و نابود کرنا چاہ رہے ہیں اور اس کی صورتیں کر لی ہیں، اور اپنے زعم میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اگرچہ خدا بے نیاز ہے، اس کو کسی کی پرواہ نہیں۔ مساجد کو گرجا بنواتا ہے، جب چاہتا ہے خانہ کعبہ میں بت پرستی کراتا ہے۔ اپنے جان نثاروں کو خون کے آنسوؤں سے رلاتا ہے، آروں سے چرواتا ہے، آگ میں جلواتا ہے، اس کو دنیا و مافیہا کی حاجت نہیں۔ مگر ہم نالائق بندے اس کے محتاج ہیں، اس کا وعدہ ہے کہ اس دین کی آخر تک حفاظت کروں گا۔ اس لیے ہم کو پوری امید ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کریگا اور انشاءاللہ ضرور کریگا۔ ہم کو اتنی ضرورت ہے کہ اس خدمت ضروریہ اور لازمی عمل درآمد میں اگر ہماری بھی کچھ ٹانگ اڑ جائے۔ ہمارے قول، فعل، مال، جان کسی کو بھی دخل ہو جائے تو کل کو قیامت کے دن منہ دکھانے کو جگہ ہو گی۔ کل ہم حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور حضرت رب العزت کے سامنے یہ تو کہہ سکیں گے کہ ہم نے اپنی طاقت کے موافق کوئی کمی نہیں کی۔

اے میرے پیارے بزرگو! آپ لوگوں کو میری جدائی، میری تکلیف، میری شفقت کا ادنیٰ درجہ کا بھی خیال نہ ہونا چاہیے۔ آپ کو اسلام کا درد ہونا چاہیے، دینِ محمدی کی فکر ہونی چاہیے۔ دشمنانِ اسلام نے ہزاروں نہیں لاکھوں خاندان برباد کر دیے جن کا آج نام و نشان باقی نہیں۔ وہ ہمارے ہی بھائی مسلمان اور مسلمان بہنیں اور مائیں بچے بچیاں تھیں۔ میرے عنایت فرما بزرگوار! ہم کمزور ہیں۔ ہم میں اتفاق نہیں۔ ہم ہتھیار نہیں رکھتے۔ ہم مال نہیں رکھتے۔ ہمارا دشمن قوی ہے، اس کے پاس ہر قسم کا سامان ہے۔ ہم کو اسے سیدھا کرنا اور اس سے بدلہ لینا ضروری ہے۔ مگر ہمیشہ مقابلہ سمجھ اور طاقت کے ساتھ کرنا ہوتا ہے۔ یہی طریقہ قرآن، حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔ اسی لیے ہم کو جب تک ہمارے مقاصد حاصل نہ ہو جائیں یعنی خلافت کی آزادی، جزیرۃ العرب کی آزادی، ہندوستان کی آزادی، پنجاب کی تلافی، اس وقت تک نہ ہم کو چین سے بیٹھنا ہے اور نہ بیٹھنے دینا ہے۔ آپ یہ سوال کریں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ میں کہوں گا آپ پر شرعاً فرض ہے کہ اگر ایک مری ہوئی چیونٹی کی طرح آپ کاٹ ہی سکتے ہیں تو ضرور کاٹ لیجیے۔ اس کہنے کے یہ معنی نہ سمجھیے کہ آپ خلاف امن کوئی بات کریں، خون ریزی کریں۔ نہیں، نہیں! صلح شوریٰ کے ساتھ جس قدر ممکن ہو نقصان پہنچائیں۔ دوسروں کو آمادہ کریں۔ دشمن کی قوت کو کمزور کریں۔ ان کی تجارت کو

گھٹائیں۔ ان کی صنعت کو گھٹائیں۔ ان کی محبت، ان کے خوف کو دلوں سے دور کریں۔ لوگوں میں جرأت پیدا کریں۔ سچ کہنے سے نہ جھپیں۔ لوگوں کو نرمی اور حکمت سے سمجھائیں۔ شدت کو کام میں نہ لائیں۔ ٹوٹے ہوؤں کو ملائیں۔ ملے ہوؤں کو نہ توڑیں۔ اسی دھن میں دن رات لگے رہیں۔ لوگوں میں سپہ گری پھیلائیں۔ بانک، پٹہ، لکڑی، تلوار، گھوڑے کی سواری وغیرہ جو ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا، جس کو تمام شریف خاندان کے لوگ سیکھنا اپنا فخر سمجھتے تھے اس کی طرف لوگوں کو ترغیب دیں۔ کم از کم روزانہ ایک آدھ گھنٹہ اگر یہ عمل جاری رہے تو ہم خرما و ہم ثواب کا کام دے۔ جسمانی صحت حاصل ہو۔ ایک فن ہاتھ میں رہے۔ وقت بے وقت کام آئے۔ اپنی اور مال و اولاد کی حفاظت ہو۔

میرے پیارے دوستو! دیکھو اس با امن جنگ نے اس قدر فائدہ دیا کہ ہم سات آدمیوں کے پکڑے جانے کے بعد تمام ملک میں تحریک بہت زور و شور پر ہو گئی۔ لوگوں کے دلوں سے خوف گورنمنٹ بہت کم ہو گیا۔ جس مسئلہ کو ہم مہینوں کوشش کر کے سب کے کانوں تک نہیں پہنچا سکتے تھے وہ دم کے دم میں پہنچ گیا۔ انگورہ کے مجاہدین کا چندہ بہت بڑے پیمانے پر جمع ہو گیا۔ بہت سے آدمیوں نے اس حرام نوکری سے استعفٰے دے دیا۔ اور بھی سینکڑوں فائدے ہوتے۔ اگر تشدد آمیز کارروائی ہوتی تو یہ فائدہ نہ ہوتا۔

میرے معزز کرم فرماؤ! ہم تو انشاء اللہ اسی با امن ترکِ موالات سے گورنمنٹ کو شکستِ فاش دے دیں گے۔ ذرا ملک پوری طرح سے تیار تو ہو جانے دو۔ اور لوگوں میں احساس اور اتفاق پیدا کرا دو۔ ہاں ایسا سختی سے لوگوں کو نہ پکڑو کہ کل کو گھبرا کر چھوڑ بیٹھیں۔ شریعت کی پابندی کراؤ۔ روز روز جلسے ہونے شاید لوگوں کی ہمیشگی سے مانع ہوں۔ میرے خیال میں ہفتہ میں ایک دو جلسے یا پندرہ، بیس دن میں ایک جلسہ کافی ہے، مگر کام ہمت سے ہونا چاہیے۔ جو کام مجمع کے اور بڑے ہوتے ہیں ان میں غلط فہمیاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ ہم کو اس وقت ملنے اور ملانے کی زیادہ ضرورت ہے۔ متوسط طریقہ پر کوشش جاری ہے۔ نرمی اور خوش کلامی میں فرق نہ ہو۔

میں اب تک بہت آرام سے ہوں۔ غالباً پرسوں حکم سنایا جائیگا۔ اگر مجھ پر، دوسرے رفقا پر کوئی سخت حکم ہو تو آپ لوگ ہرگز صدمہ نہ کریں۔ اور نہ کوئی ایسی حرکت ظاہر ہو جس سے بے چینی یا قلق اور اضطراب ظاہر ہو۔ بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ دشمنانِ اسلام یہ سمجھیں کہ ان لوگوں کو ذرا بھی پرواہ نہیں ہوئی! اور نہ اپنے مطالب سے ہٹے۔ ہم ہر روز اپنے مقصد یعنی آزادی ہند اور دیگر مذہبی مقاصد کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ الحمد للہ۔ ملک اور قوم کا قدم نہایت تیزی سے

آگے بڑھ رہا ہے۔ خداوندکریم مددگار ہے۔ ہم ضعیف ہیں مگر انشاء اللہ العزیز پلیگ کے کیڑے ہوکر گورنمنٹ کے موجودہ طریقہ اور جماعت کو وبا میں مبتلا کرکے ڈھائی گھڑی کی لگا دیں گے۔ بعون اللہ تعالیٰ ؎

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں ۔ جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

بھائیو! گھبراؤ نہیں، مایوس مت ہو، ایک خدا پر بھروسہ کرو۔ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ کوشش کیے جاؤ۔ کامیابی دیکھو گے۔ خدا سے ڈرو، اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو، نہ کسی سے جھگڑو۔ مجھکو خدا کے حوالے کرو، اگر اور کوئی عالم، مولوی، لیڈر پکڑا جاتے کچھ پرواہ مت کرو۔ ہمارا خدا ہمارے اور تمہارے ساتھ ہے۔ وہ سب دیکھتا ہے، سنتا ہے خداوندکریم آپ کی، ہماری، تمام اُمتِ محمدیہ کی مدد کریگا، ہم کو، سب کو نیک عمل اور اخلاص کی توفیق دیوے۔ آمین

میرا بہت بہت سلام۔ سب حضرات، اراکین، ممبروں، دوستوں اور بزرگوں تک پہنچا دیں۔ والسلام

میں ہوں آپ کا نیازمند ...... حسین احمد غفرلہٗ ۔ ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء ازکراچی۔

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

رسالہ انوار مدینہ بحمداللہ بہ حسن وخوبی اشاعت پذیر ہورہا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس کا دائرہ اشاعت بھی وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ اس صورت میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اشتہار دینے والے اصحاب کو اشتہار سے ضرور اُمّیدِ نفع ہے۔

کراچی میں ماہنامہ انوار مدینہ محترم محمد رمضان صاحب میمن

التقویم مدرسہ تعلیم الفرقان توحید نگر، چاکیواڑہ، کراچی۔

مولانا سعید الرحمٰن علوی

حضرت مولانا عبدالدیّان کیمبلپوری

تغمدہ اللہ برحمتہ و اسکنہ الفردوس الاعلیٰ

صوبہ پنجاب کے شمال مغرب میں تقریباً ۸۴ گاؤں پر مشتمل ایک خوبصورت سرسبز و شاداب خطہ ہے جو "چھچھ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ علاقہ جس طرح اپنی سرسبزی و شادابی کیوجہ سے خاصی شہرت کا مالک ہے، اسی طرح علم و فضل کے اعتبار سے بھی اپنی نظر آپ ہے۔ اس مٹّی سے قدرت نے جس کثرت کے ساتھ اہلِ علم و فضل پیدا کیے اتنے شاید ہی کسی دوسرے خطہ سے پیدا ہوئے ہوں۔ یہاں کے نامی گرامی اہلِ علم نے رنگون، سہارنپور، ڈابھیل، دلی، کراچی اور بنگال کے یگانہ روزگار مدارس میں مدتوں تشنگانِ علوم نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کو سیراب کیا۔

آج جبکہ وہ پرانے بادہ کش تیزی کے ساتھ خم خانہ علمِ نبوی کو خالی چھوڑ کر شرابِ عشق کی حقیقی لذت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں، پھر بھی نئی پود کا ایک معتد بہ حصہ کراچی سے پشاور تک کے مختلف مدارس میں علمی خدمات میں مشغول ہے۔ اس علاقہ کو بالخصوص جن حضرات نے شرفِ دوام بخشا ان میں حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین محدّث غورغشتوی، حضرت شیخ طریقت مولانا عبدالرحمٰن محدث بہبودی، حضرت مولانا عبدالدیان دامانی علیہم الرحمۃ اور حضرت مولانا عبدالحنان تاجک اور مولانا عبدالقدیر ہیں (خدا ان حضرات کو سلامت باکرامت رکھے)

صحبت امروزہ میں اس علاقہ کی ایک نادرۂ روزگار شخصیت کے متعلق مختصر عرض کرنا ہے۔ میری مراد حضرت جامع الشریعۃ والطریقۃ مولانا عبدالدیان دامانی مرحوم و مغفور سے ہے جنھوں نے ۸ صفر ۱۳۹۱ھ، ۵ اپریل ۱۹۷۱ء بروز پیر اپنے سکونتی مکان میں بعمر ۷۰ سال دنیائے فانی کو خیر باد کہہ کر عالمِ جاودانی میں ڈیرا جمایا فرحمہ اللہ تعالیٰ۔

مولانا المحترم کی شخصی عظمت، علمی وجاہت، اخلاقی برتری اور جذبہ اتباع سنت پر گفتگو کرنا میرے جیسے

ہیچ میدان اور کم علم انسان کے بس کا کام نہیں۔ ان کی ہمہ گیر شخصیت کے متعلق کوئی ایسا انسان ہی صحیح رائے قائم کرسکتا ہے جو خود بھی عبقری اسلام اور نابغہ عصر ہو۔

حضرت مولانا ہم عصر بزرگوں کی نظر میں

ذیل میں آپ کے ہم عصر چند بزرگوں کی آراء درج کی جارہی ہیں، جن سے مرحوم کے مقام و مرتبہ کی واقعی حیثیت سامنے آجاتی ہے بحالہٗ چشمک کے تقاضوں سے جو حضرات واقف ہیں وہ اگر گہری نگاہ سے ان آراء کا مطالعہ کریں گے تو جہاں مولینا مرحوم کی بلند و بالا شخصیّت سے آگاہ ہوں گے وہاں انہیں اہل اللہ کے بلند کردار کا بھی اندازہ ہو جائیگا۔

حضرت مرحوم نے مدۃ العمر افتاء کی ذمہ داریاں سنبھالے رکھیں۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ حضرت محدّث غور غشتوی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ "جب تک مولینا عبدالدیان گھر پر ہوتے ہیں تو میں بالکل بے فکر ہوتا ہوں، کیونکہ آپ کے فتووں پر مجھے پورا اعتماد ہے۔" ایک ولی کامل، محدّث عصر اور صاحبِ بصیرت انسان کی طرف سے اتنے بھرپور اعتماد کا مظاہرہ کوئی معمولی بات نہیں، یہ محض خدا کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے لیے جسے چاہیں منتخب فرمالیں۔

حضرت مرحوم نے یہ عظیم خدمت تقریباً ۳۵ برس تک لوجہ اللہ نہایت احسن طریق پر پوری کی اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر افتاء جیسی اہم ذمہ داریوں سے پورے علاقہ کے علماء کو فارغ کیا ہوا تھا۔

۲ ۔ حضرت امام المحدثین علامہ سید انور شاہ صاحب محدّث دیوبند علیہ الرحمۃ کے فخرِ روزگار شاگرد اور جامعہ انوریہ ادکاڑہ کے مہتمم مولینا عبدالحنان صاحب تاجک نے آپ کے سانحہ ارتحال پر آپ کے صاحبزادہ مولینا ظہور الحق کے نام تعزیتی مکتوب میں لکھا،

"اگر کہوں کہ علاقہ یتیم ہوگیا تو یہ کوئی مبالغہ نہیں، کہ ایسی جامع الصفات شخصیّت علماً، عملاً، خلقاً علاقہ میں مجھے اور کوئی نظر نہیں آتی۔"

۳ ۔ گذشتہ انتخابی سرگرمیوں کے دوران اغلباً جون ۱۹۷۰ء میں حضرو میں ایک عوامی اجتماع منعقد ہونا تھا صدارت کے لیے حضرت مرحوم کی خدمت میں عرض کیا گیا، آپ نے ازراہِ شفقت منظور فرمالیا۔ حضرت قائد جمعیت مولانا مفتی محمود اور مولینا ہزاروی نے خطاب فرمانا تھا۔ حضرت کو بوجہ تکلیف تشریف لانے میں دیر ہوئی تو عارضی

صدر کی صدارت میں جلسہ شروع ہو گیا اور مولانا ہزاروی کی تقریر شروع ہو گئی۔ اثناءِ تقریر آپ تشریف لائے اور کرسی صدارت کو رونق بخشی۔ مولانا ہزاروی نے اپنی بات چھوڑ کر نہایت ہی تپاک سے مصافحہ کیا اور غیر معمولی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ

"یہاں آنے کا اور کوئی بھی فائدہ نہ ہو تو یہ فائدہ کیا کم ہے کہ حضرت جیسی شخصیتوں کی زیارت و ملاقات کا موقعہ نصیب ہو جاتا ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ یہ حضرات کس مقام و مرتبہ کے مالک ہیں ؟ اَو کما قال"۔

انتہائی اختصار سے اپنے وقت کے تین عظیم و جلیل القدر بزرگوں کی رائیں نقل کر دی گئی ہیں۔ باقی وہ لاکھوں عوام جنہوں نے آپ کو دیکھا ہے یا جنہیں آپ کی زیارت نصیب ہوئی ہے وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت مرحوم ہر آنے والے کو کس تپاک سے ملتے، مصافحہ کرتے، خیریت دریافت کرتے اور آپ کے خوبصورت و وجیہہ چہرہ کی مسکراہٹ کس طرح ہر اجنبی کے دل میں گھر کر جاتی۔

مختصر حال

اپنے وقت کے اس عظیم انسان کی زندگی کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے۔

آپ کے والد گرامی کا نام مولانا عبداللہ جی علیہ الرحمۃ تھا، جو اپنے وقت کے ایک عظیم عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ مرحوم کے تلامذہ اور عقیدتمندوں کا سلسلہ کابل و قندھار تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ کا آبائی وطن ریاست سوات کا مشہور گاؤں "کاٹھراں غربند" ہے۔

داماں تشریف آوری کا سبب

حضرت مولانا عبداللہ جی مرحوم تحصیل علم کے لیے علاقہ چھچھ کے مشہور گاؤں داماں تشریف لائے۔ یہاں حضرت مولانا کریم اللہ صاحب مدرس اعلیٰ جامعہ مدنیہ (لاہور) کے جد امجد اور مشہور ماہر فنون و متبحر عالم مولانا موسٰی علیہ الرحمۃ کا درس مثالی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔

اپنی خداداد لیاقت، علمی شغف اور ذہنی صلاحیتوں کے پیش نظر حضرت الاستاذ کے دل میں ایسے گھر کر گئے کہ استاد مرحوم نے نہ صرف انتہائی محبت و شفقت اور محنت سے زیورِ علم سے آراستہ کیا بلکہ اس مسافر شاگرد کو اپنے گھر کا فرد بنا لیا اور اپنی سب سے پیاری اور چہیتی صاحبزادی کو آپ کے نکاح میں دے کر مستقلاً آپ کو

اپنا جانشین بنالیا۔

حضرت مولینا موسیٰ مرحوم کے انتقال کے بعد آپ کے لائق، ہونہار شاگرد و جانشین نے آپ کی علمی شمع کو نہ صرف فروزاں رکھا بلکہ اس کی کرنیں دور دور تک پھیلا دیں، اور داماں جیسا قصبہ تشنگانِ علم کا منبع و مرکز بن گیا۔ کابل، قندھار اور سرحد کے اکثر و بیشتر نامی گرامی اہلِ علم و فضل نے یہاں آکر اپنی علمی پیاس بجھائی اور اب تک مختلف مقامات پر نئی نسل کو دینی علوم سے منور کر رہے ہیں۔

حضرت مولینا عبداللہ جی مرحوم کے تین صاحبزادے تھے، جن میں سے حضرت مولینا عبدالدیان مرحوم سب سے بڑے تھے۔ مرحوم اپنے والد کے سچے جانشین اور "الولد سر لابیہ" کے واقعی مصداق تھے۔ آپ نے اپنی ساری عمر علمی، ملکی اور ملی خدمات میں کھپا دی اور اس طرح ہمیشہ کے لیے اپنا نام جریدہ عالم پر سنہری حروف سے ثبت کروالیا۔

تعلیم

مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات سے حاصل کی۔ ولید (چھچھ) کے مشہور نحوی عالم مولینا عصمت اللہ صاحب مرحوم۔ ضلع مردان کے مشہور صاحبِ علم و قلم بزرگ مولینا محمد صدیق صاحب اور علاقہ ہشت نگر کے مشہور عالم مولینا صاحب حق صاحب رزڑ پور۔ اور مشہور منطقی عالم مولینا محمد دین صاحب بدھو پور۔

جب فنون وغیرہ کی کتابوں سے فارغ ہو گئے تو درس حدیث کے لیے عروس البلاد "دہلی" کا رخ کیا اور وہاں کی مشہور قدیمی درسگاہ مدرسہ عبدالرب میں حضرت محدّث کبیر مولینا عبدالعلی تلمیذ خصوصی امام المحدثین مولینا احمد علی سہارنپوری کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کر کے حدیث نبوی میں کامل دستگاہ حاصل کی۔ علاوہ ازیں کچھ دنوں مادر علمی دار العلوم دیوبند میں قیام فرما کر بغیر رسمی داخلہ حضرت علامہ کاشمیریؒ سے فیض حاصل کیا۔

علمی خدمات

فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک گھر ہی قیام پذیر رہے اور یہیں تشنگانِ علوم کو سیراب کیا۔ بعد ازاں شاہ جہان پور میں تشریف لے گئے اور سات سال تک حدیث و تفسیر کا درس دے کر مہمانانِ نبوی کے خالی دامن علم و عرفان کے موتیوں سے بھرے۔

روحانی تربیت

روحانی تربیت کے لیے آپ نے مشہور مجاہد اور غازی شیخ طریقت مولینا فضل واحد المعروف حاجی مہمند سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ حضرت حاجی صاحب مرحوم حضرت شیخ الہندؒ کی

مشہور عالم تحریک، تحریک ریشمی رومال کی ایک کڑی تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ ایک مجاہد اور غازی تھے تمام زندگی انگریزوں کے خلاف جہاد بالسیف کرتے رہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ نے ایک دفعہ دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں حکومتِ الٰہیہ کے لیے علماءِ ہند کی خدمات کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا، کہ علمائے حکومتِ الٰہیہ کے لیے جہاد بالسیف بھی کیا۔ اور پھر فرمایا کہ حاجی معمر کو پہاڑوں پر کس نے بٹھایا؟

حاجی صاحب کا اپنے مُرید سے تعلق حضرت مولٰینا عبدالدیان صاحب مرحوم مغفور جب بھی حاجی صاحب مرحوم کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے تو جب تک آپ وہاں رہتے آپ کے سوا حاجی صاحب مرحوم کی طرف سے کسی اور کو وعظ کہنے کی اجازت نہ ہوتی۔ صرف حضرت مولٰینا عبدالدیان مرحوم ہی جہاد کے موضوع پر تقریر فرماتے تھے اور حاجی صاحب مرحوم دورانِ تقریر میں خوشی سے مسکراتے رہتے تھے۔

دو خواب مولانا محمد حسین صاحب مقیم مسجد مہابت خاں پشاور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے مرید خاص اور شیدائی ہیں۔ جب مولانا مرحوم کی تعزیت کے لیے تشریف لائے تو فرمایا کہ جس روز مولانا مرحوم کی وفات ہوئی، میں ہسپتال میں آنکھوں کے اپریشن کی وجہ سے زیرِ علاج تھا۔ دوپہر کو قیلولہ کر رہا تھا، خواب میں دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے اور آتے ہی مجھے ٹھوکر ماری جس سے میں بیدار ہوگیا۔ کچھ دیر بعد جب میں پھر لیٹ گیا تو بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ اس دفعہ آنکھ کھلی تو ایک صاحب مولانا مرحوم کی وفات کی خبر دینے حاضر تھا۔

مولانا مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے حافظ نور الحق صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت کی وفات کے بعد میں نے خواب میں حضرت کو اپنی مسجد میں جو کہ علماء اور عوام سے بھری ہوئی تھی ایک ضعیف و نحیف آدمی کو وضو کراتے دیکھا۔ والد صاحب مرحوم نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ جاؤ والدہ سے کہو کہ آٹھ دس مہمان ہیں کھانا جلدی تیار کر دیں میں نے عرض کی کہ جن کو آپ وضو کروا رہے ہیں یہ کون صاحب ہیں؟ فرمایا کہ حاجی صاحب رحمہ اللہ علیہ ہیں۔

سفرِ بنگال

بنگال کا علاقہ حضرت حکیم الامت، امام الہند الشاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے روحانی فرزندوں کی توجہات کا ہمیشہ مرکز رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی تحریک جہاد کے سپہ سالار اعظم حضرت سید احمد بریلوی اور مولینا محمد اسمٰعیل دہلوی نے ابتداءً اس علاقہ کی طرف توجہ فرمائی۔ ٹیٹو میاں مرحوم کی مشہور اصلاحی تحریک دراصل سید صاحب کی ہی نگاہِ فیض کا اثر تھی۔ اس کے بعد مختلف مواقع پر خانوادہ ولی اللّٰہی کے گلہائے سرسبد اس علاقہ کو اپنی عطر بیزیوں سے معمور فرماتے رہے۔

جن حضرات نے خاص طور پر اس علاقہ کو اپنی اصلاحی توجہات کا مرکز بنایا ان میں مولینا عبدالدیان سرفہرست ہیں۔ بنگال جانے کی تقریب یوں ہوئی کہ قیام شاہجہان پور کے زمانہ میں آپ کے مخلص دوست مولینا قاضی غلام جیلانی مرحوم شمس آبادی نے آپ کو ترغیب دی کہ آپ بنگال تشریف لے جائیں اور وہاں اصلاحی کام کریں۔

بدقسمتی سے ان دنوں بنگال کی دینی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ اسلام برائے نام تھا۔ بدعات اور مشرکانہ رسوم کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ بددین فقیر فقر و درویشی کا منہ چڑا رہے تھے اور صوبہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تسلط جما کر مفلوک الحال لوگوں کی پریشانیوں سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے۔ مرد اور عورتیں نیم برہنہ حالت میں مخلوط حلقے بنا کر ذکر الٰہی کے نام پر نفس و شیطان کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ دراصل انگریز کی دسیسہ کاریوں اور مکر و فریب کا جو سلسلہ بنگال میں پھیلا ہوا تھا اور کہیں نہ تھا۔ ویسے تو پورے ملک میں دانستہ اس قسم کے حالات پیدا کیے جا رہے تھے کہ لوگ دین کی اصل روح سے بیزار ہو کر شیطانی مکائد کو ہی اصل دین سمجھ لیں، لیکن چونکہ بنگال کے مخلص مسلمان انگریز دشمنی میں بہت آگے تھے اس لیے ان کے جذبات حریت کو کچلنے کے لیے انگریزی ظلِ عاطفت میں سرمایہ داروں، جاگیرداروں، نام نہاد پیروں اور درویشوں کی ایک کھیپ ہر وقت مصروفِ عمل رہتی۔

ایسے پرآشوب دور میں اور اس قسم کے ناگفتہ بہ حالات میں بنگال کی طرف منہ کرنا اور غلط کاریوں سے روک کر صحیح اسلام کی طرف دعوت دینا جوئے شیر لانے کا مترادف تھا۔ لیکن محمد عربی علیہ التحیۃ والثناء کے ایک سچے اور مخلص خادم نے بلاخوف لومۃ لائم اور اندیشہائے فردا سے بالکل بے نیاز ہو کر بحرِ ظلمات میں کشتی ڈال دی اور لنگر اٹھا کر شرک و بدعات کے طوفانی تھپیڑوں سے پیہم مقابلہ کر کے بالآخر منزل مراد حاصل کر لی۔ آپ کی محنتیں

رنگ لائیں دینی انقلاب کی بنیاد رکھی گئی۔ بددین دیندار ہوگئے۔ شیطان صفت درویشوں کی محبت میں پھنسے ہوئے جاہل عوام نے نفس وشیطان کے تمام ملعون طوق گلے سے اتار پھینکے اور اسوۂ محمدی کی پیروی کو اپنا شعار بنالیا۔

آپ کی شبانہ روز اور انتھک کوششوں کے صدقہ میں ڈھاکہ کا پورا ضلع عموماً اور نارائن گنج و منشی گنج سب ڈویژنوں کا علاقہ خصوصاً دین کی حقیقی روح سے آشنا ہوا۔ اس علاقہ میں جب تک اللہ اللہ کی صدائیں بلند ہوں گی مرحوم کی حسنات میں اضافہ ہوگا۔ اس پورے علاقہ میں دینی مدارس اور مساجد کا وسیع سلسلہ حضرت مرحوم کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ تمام نزاعات اور جھگڑے فقہ کی روشنی میں فیصل ہوتے اور تمام تر اعتماد آپ کی پرشکوہ شخصیت پر ہوتا۔

پیرانہ سالی کے سبب آپ سفر سے معذور ہوگئے اس کے باوجود وہاں کے متوسلین کی اکثر شدید خواہش رہتی کہ آپ تشریف لائیں اور بلاکشانِ محبت کے مضطرب و بیقرار دلوں کی طمانیت کا سامان بہم پہنچائیں۔ چنانچہ آخر وقت تک دینی تربیت کے فکر سے آپ وہاں تشریف لے جاتے رہے اور اس معاملہ میں اپنی صحت وغیرہ کے مسائل کو کبھی اہمیت نہیں دی۔ اصلاحِ خلق کے لیے قدرت نے جو تڑپتا ہوا دل دیا تھا اس کا یہ اثر تھا کہ وفاتِ شریفہ سے کچھ دن پہلے ہی وہاں سے واپس تشریف لائے۔

ایک عظیم فتنہ کا سدِّباب حضرت مولینا محمد الیاس مرحوم کی قائم کردہ تبلیغی جماعت کی سعی وکاوش روز بروز عوام میں مقبول تھی، لیکن بعض حضرات محض ناواقفیت کے سبب اس کے شدید مخالف تھے۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب کی دشمنی تو انتہائی سخت تھی احباب پریشان تھے آخر معاملہ آپ تک پہنچا۔ آپ نے مقررہ وقت پر ایک اجتماع میں تقریر فرمائی، مولوی صاحب تائب ہوئے اور اس طرح یہ فتنہ فرو ہوا۔

ملکی خدمات مدۃ العمر مجاہدین آزادی کے دوش بدوش مصروفِ عمل رہے۔ جمعیۃ العلمأ اسلام سے والہانہ تعلق تھا۔ تقسیم سے قبل جمعیۃ علماء الکل کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی رہے ہیں۔

سفرِ آخرت علم وعرفان کا یہ نیرِ تاباں شدید بخار کے گرہن میں ۳۱ مارچ ۱۹۷۱ء کو اس وقت مبتلا ہوا جب کہ تفسیر روح المعانی کے مطالعہ سے ایمان حلاوت کا سامان مہیا کر رہا تھا۔ ۲۴ گھنٹہ کے مسلسل علاج سے افاقہ ہوا۔ اور تین دن افاقہ رہا لیکن ۴ اپریل کی رات مرض نے پھر عود کیا۔ حتیٰ ۵ اپریل کی شب، رات ۲ بجے کے قریب (عین تہجد

کے وقت)، کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اس تھکے ہارے مسافر نے دم توڑ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرضِ وفات سے ایک دن قبل خلافِ معمول اپنے والد بزرگوار کی قبر پر تشریف لے گئے، اور کافی دیر وہاں قرآن کریم کی تلاوت فرماتے رہے۔ آپ کو دیکھ کر قبرستان میں موجود آدمی آپ کے پاس آئے۔ آپ ان سے اپنی قبر کے لیے جگہ کا انتخاب کرنے میں مشورہ لینے لگے۔ پھر خود ہی ایک جگہ پر لیٹ گئے اور اپنے لیے حاضرین کے مشورہ سے جگہ پسند فرمائی اور حاضرین سے کہا کہ یہ میری جگہ ہے۔

واپسی پر اپنی بڑی ہمشیرہ کے گھر جو کہ راستہ ہی میں پڑتا تھا تشریف لے گئے، اور ہمشیرہ صاحبہ سے کہنے لگے کہ میں نے اپنے مکان کے لیے جگہ منتخب کر لی۔ ہمشیرہ صاحبہ حیرانگی سے پوچھنے لگیں کیسا مکان اور کیسی جگہ۔ فرمانے لگے وہی مکان جس میں سب نے رہنا ہے۔

پھر گھر آکر اپنے گھر والوں کو بھی یہی فرمایا، اور وصیت فرمائی کہ اگر میری موت واقع ہو جائے، تو جب تک مولوی ظہور الحق لاہور سے نہ آجائے مجھے دفن نہ کرنا۔ میری نماز جنازہ وہی پڑھائیگا۔ گھر والے سب آپ کی ان باتوں کو سن کر حیران ہو رہے تھے لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ چند ہی گھنٹوں بعد اس سورج علم وعرفان کو گرہن لگنے والا ہے اور یہ سب باتیں اپنی معرفت کی بناء پر کہہ رہے ہیں۔

اس موقعہ پر ایک چیز کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ زندگی کے آخری ۲۴ گھنٹوں میں آپ نے صرف شہد پانی میں ملا کر استعمال فرمایا۔ گویا آخری وقت میں مشروب قرآنی سے بالیدگی روح حاصل کی اور اس کے صدقہ میں وہ شفا نصیب ہوئی کہ زہے سعادت!

رات تہجد کا وقت، کلمہ طیبہ کا ورد، مسکراتے لبوں خالق حقیقی سے ملاقات اور دوشنبہ کے دن جام لقا حاصل کر کے سنت نبوی کا دائمی اجر و ثواب۔ ؎

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

۵ اپریل ۲ بجے بعد نماز ظہر نماز جنازہ ہوئی۔ حسب وصیت آپ کے خلف ارشید مولینا ظہور الحق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں سینکڑوں علماء، فضلاء، خدام اور عقیدتمندوں نے شرکت کی، اور اپنے ہاتھوں اس گوہر تابدار کو سپرد لحد کر دیا۔

آپ کی وفات سے علاقہ یتیم ہو گیا۔ دینی طور پر عظیم خلا پیدا ہو گیا۔ جمعیت العلمأ اسلام اپنے مشفق و مہربان سرپرست سے محروم ہو گئی۔ منصبِ افتأ کی رونق اجڑ گئی۔ جنازہ میں شریک سینکڑوں علما کی پُرنم آنکھیں اُن کے دلی جذبات کا اظہار کر رہی تھیں اور بہتے آنسو اپنے یار وفادار کی موت کا پتہ دے رہے تھے۔

تاہم انسانی چارہ گری اس مرحلہ پر بے بس ہے کہ بقا صرف ایک کو ہے، جس کا نام ہے اللہ۔
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَام

حضرتِ حق کے سوا باقی سب کے لیے فنا ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت کا اعلان سب کے لیے ہے۔ تاہم اس قسم کے حضرات کا دنیا سے اٹھ جانا معمولی سانحہ نہیں، قربِ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانے والوں کا اگلا جہان اچھا کرے۔

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

اور ان کی نسبی و روحانی اولاد کو توفیق دے کہ وہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر ان کی روح کو مسرت و خوشی کا سامان مہیا کرے۔

حضرت والا کی اولاد میں بڑے صاحبزادے مولٰینا ظہور الحق صاحب ہیں۔ آپ جامعہ مدنیہ لاہور کے مدرس اور ایک مسجد میں خطیب ہیں۔ سلجھے ہوئے اور منجھے ہوئے عالم اور اچھے مدرس۔ دوسرے صاحبزادے حافظ نور الحق فاضل حقانیہ ہیں۔ آپ گھر پر حکمت کا کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر دو کو سلامت رکھے اور باپ کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین ---

---

اسلامی پیڈ
پچاس پیسے میں
خط لکھنے کا اسلامی پیڈ ختم نبوت کی احادیث کے بلاک سے مزین عمدہ کاغذ رنگین چھپائی ۲۵ کاغذ مجلد پچاس پیسے، ۵۰ کاغذ مجلد ایک روپیہ اور سو کاغذ مجلد دو روپیہ ہیں۔ ڈاک ٹکٹ یا منی آرڈر بھیج کر منگوائیں۔ وی۔ پی نہیں ہوگا۔ ڈاک خرچ معاف۔ رجسٹری سے منگوانے کے لئے پچاس پیسے کے ٹکٹ زائد روانہ کریں۔ پتہ: محمد رمضان۔ التقویم۔ مدرسہ تعلیم الفرقان۔ توحید نگر۔ چاکی واڑہ کراچی نمبر ۲ سندھ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا
حوالہ ضرور دیجئے۔

آہ ! مولانا خدا بخش ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خدا بخش صاحب ملتانی مرحوم کا پچھلے دنوں ملتان میں انتقال ہوگیا۔ مرحوم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے عشاق و خدام میں سے تھے۔ نہایت عابد و زاہد اور مخلص و متواضع تھے۔ طویل عرصہ تک حضرت مدنیؒ کی خدمت و صحبت کا شرف بھی پایا ہے۔ آپ کو جامعہ مدنیہ سے بہت ہی زیادہ ارتباط رہا۔ اسے اپنے مرشد و مخدوم حضرت مدنیؒ کی یادگار سمجھتے۔ اس لیے جب بھی لاہور تشریف لاتے، جامعہ میں ضرور قدم رنجاں ہوتے۔ اپنی وفات سے چندروز پیشتر بھی یہاں تشریف لائے اور کافی دیر ٹھہرے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں اپنی رحمتوں میں ڈھانپ لے اور ان کی حسنات کا انہیں زیادہ سے زیادہ اجر عطاء فرمائے آمین۔

آپ کے سانحۂ ارتحال پر جامعہ کے خازن محترم الحاج محمود احمد عارف نے چند اشعار کہے ہیں جو پیشِ خدمت ہیں۔ (ادارہ)

وُہ خُدا بخش کر گئے رحلت — شیخ مدنیؒ کے جاں نثارِ قدیم
صاحبِ علم و صاحبِ تقویٰ — عالم با عمل تھے مردِ حلیم
خدمتِ دیں کا جذبۂ بے لوث — تُو نے بخشا اُنہیں خُدائے کریم
مُحترم تھے وہ پیشِ اہلِ وفا — اہلِ دل میں تھے صاحبِ تکریم
تھے وُہ مرحُوم ذاکر و شاغل — طالبِ ذاتِ پاک ربِّ رحیم
دل پہ غالب تھا اُن کے حُبِّ رسول — عاشقِ مُصطفٰےؐ تھے مردِ فہیم
تھے وُہ مقبولِ بارگاہِ اللہ — فطرتاً نیک اُن کی طبعِ سلیم

اُن کی تربت پہ رحمتوں کا نزُول
تری جانب سے ہو خُدائے کریم

علمی و دینی مجلّہ

ماہنامہ الحق

ایک فکر، ایک تحریک، ایک جہاد

سرپرست
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہم!

مدیر: مولانا سمیع الحق صاحب

جو چھ سال سے باقاعدگی کے ساتھ لادینی کے ہر محاذ پر برسرپیکار ہے

○ علمی و دینی اور اصلاحی مضامین ○ تحقیقی مقالے ○ پُرمغز اداریے ○ معیاری ادبیات ○ سنجیدہ تنقیدیں ○ باطل کا تعاقب ○ مغربی اور ہر لادینی تہذیب کا پوسٹ مارٹم ○ تاریخ وسائنس مواعظ تصوف قانون، سیاست ○ قرآن اور اسلامی معاشرہ کی حسین تصویریں

○ فرقِ باطلہ کا علمی احتساب اس کے ہر شمارے کا امتیازی نشان ہے۔

○ نئے حالات اور نئے مسائل پر اسلام کی ترجمانی الحق ملک و بیرونِ ملک مسلمانوں کے ہر طبقہ میں یکساں مقبول ہے، جس کی افادیت وقتی نہیں بلکہ حال اور مستقبل میں ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی الحق عالمِ اسلام کے چیدہ فکری و علمی صلاحیتوں کا نچوڑ ہے۔

سفید کاغذ، معیاری کتابت و طباعت، دو رنگ آرٹ پیپر کا حسین ٹائیٹل

قیمت فی پرچہ: ۷۰ پیسے۔ سالانہ آٹھ روپے۔ غیر ممالک ڈاک سے ایک پونڈ۔

دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

مضمون گم ہوگیا

رُوح کے متعلق مخدومنا المحترم حضرت علامہ مولانا سید محمد میاں مدظلہم العالی کا لکھا ہوا شاندار مضمون ہمارے کاتب صاحب سے گم ہوگیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ یہ شمارہ اس گراں قدر علمی مضمون سے محروم رہا ہے ــــــ ادارہ نے حضرت موصوف سے اس مضمون کے دوبارہ ارسال فرمانے کی درخواست کی ہے۔ اُمید ہے کہ قبول فرمالی جائے گی